پیا نہ سمجھے
فرحین شاہ
URDUNovelians

پیا نہ سمجھے

از فرحین شاہ

سمجھ رہے ہیں کہیں آسمان سے اتر کر آئے ہیں وہ۔۔۔؟ بے شک لندن سے آئے ہیں لیکن پیداوار لالو کھیت کے ہی ہیں۔۔۔ نفیسہ چاچی کے تو انداز ایسے ہیں جیسے وہ۔۔۔ جیسے وہ۔۔۔ خیر چھوڑو۔۔۔ وہ بھول گئیں وہ دن جب سبزی والے سے پانچ روپے کے لیے پوری گلی میں پھڈا ڈال لیتی تھیں۔۔۔؟ وہ دن بھی بھول گئیں جب پرانے کپڑوں کے دوپٹوں سے نئی قمیضیں بنا کر پہنا کرتی تھیں اور اب دیکھو ناک ہی سیدھی نہیں ہو رہی۔۔۔ کسی سے ڈھنگ سے بات نہیں کر رہیں۔۔۔ اگر ایسے ہی کرنا تھا تو پاکستان آنے کی ضرورت کیا تھی۔۔۔؟ اوہ ہاں۔۔۔ اپنی ٹور شور دکھانی ہو گی نا۔۔۔؟ وہاں چاچو بیچارے بے شک ٹیکسی چلاتے رہے ہوں۔۔۔ چاہے زوار بھائی وہاں برتن مانجھتے ہوں لیکن یہاں نواب صاحب اٹھ کے پانی نہیں پیتے۔۔۔ پانی بھی منرل واٹر۔۔۔ اور ہماری امیاں بھی تو حد کرتی ہیں۔۔۔ جب چاچی صاحبہ نخرے دکھا رہی ہیں تو اگنور کریں۔۔۔ دیگر مہمانوں کی طرح ٹریٹ کریں۔۔۔ کیوں انہیں ملکہ برطانیہ کی طرح ٹریٹ کیا جا رہا ہے اور ان کے بیٹے صاحب ان سے زیادہ بد دماغ۔۔۔ چہرہ ایسے پھلا رکھا ہے جیسے محمد علی سے مکے کھائے ہوں۔۔۔ ابھی ناظمہ

پھپھو ان سے اتنے پیار سے بات کر رہی تھیں لیکن انہیں وہ پیار راس نہیں آیا اور اتنی بد تمیزی سے ایکسیوز کر کے ان کا جواب سنے بغیر ہی اٹھ کے چل پڑے۔۔۔۔ وہ پیچھے پکارتی رہ گئیں۔۔۔۔

ہنہہ۔۔۔۔ ہونگے کہیں کے پرنس چارمنگ۔۔۔۔ ہمارے لیے تو وہ بس زاوی بھائی ہیں جو کرکٹ کے دوران نالی سے گیند نکال کر دیا کرتے تھے۔۔۔۔ قمیض کی آستین سے ناک پونچھا کرتے تھے۔۔۔۔ پڑوسیوں کے درخت سے آم چراتے ہوئے اکثر گر جایا کرتے تھے۔۔۔۔

علیشہ۔۔۔۔ بالکل چپ ہو جاؤ۔۔۔۔

جب وہ اشارے کنایوں کی زبان نہیں سمجھی تب رخسار کو زبان کا استعمال کرنا ہی پڑا۔۔۔۔

علیشہ کی فراٹے بھرتی زبان کو بریک لگے اور رخسار اور وریشہ کے سہمے سے تاثرات پہ غور کرتی وہ چونک کر مڑی اور اپنے پیچھے زوار واسطی کو دیکھ کر اچھل ہی تو پڑی تھی۔۔۔۔

زوار خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ شرمندگی سے لال ہو گیا تھا۔۔۔۔ علیشہ کو سمجھ نہیں آیا کہاں چھپ جائے۔۔۔۔ وہ غم وغصے میں کافی غلط بیانی کر چکی تھی اس کے بچپن کے حوالے سے۔۔۔۔ یہ سب اس نے غصہ دبانے کی کوشش میں مزاح کی نیت سے کہا تھا مگر اندازہ نہیں تھا یہ مزاح

اسے اتنا شرمندہ کروادیگا۔۔۔ ورنہ زوار تو بڑا خاموش طبع اپنے کام سے کام رکھنے والا بچہ تھا۔۔۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے مزاج کے ٹھہراؤ میں مغروریت جھلکنے لگی تھی۔۔۔اور یہ غروراسے اپنی وجاہت اور دولت پر تھا شاید۔۔۔ اتنا غلط بھی نہیں تھا لیکن علیشہ کو مغرور لوگ ہمیشہ سے زہر لگتے آئے تھے۔۔۔ان ماں بیٹے کا غرور اور خاندان والوں کے گھگھیاتے انداز۔۔۔ جیسے ان سب کو امید ہو کہ وہ انہی کی بیٹیوں میں سے کسی کو اپنی بہو بنا کر لندن لے جائینگی۔۔۔ نئ جنریشن کو اندازہ تھا یہ خیال بلی کے خواب میں چھیچھڑے سے مشابہ تھا لیکن ان ماؤں کو کون سمجھائے۔۔۔ خود اس کی اپنی ماں نفیسہ بیگم کے سرد انداز کے باوجود ان کے پیچھے پیچھے پھر رہی تھی اور ان کا یہ آگے پیچھے پھرنا ہی اسے طیش دلا رہا تھا اسی لیے وہ جذباتی ہو رہی تھی۔۔۔

رخسار۔۔۔ ایک کپ کافی مل سکتی ہے۔۔۔؟

وہ کچھ پل علیشہ کے جھکے سر کو تکنے کے بعد اچانک رخسار سے مخاطب ہوا۔۔۔

جج۔۔۔جی۔۔۔جی بھائی۔۔۔

تھینکس۔۔۔ میں اپنے روم میں ہوں۔۔۔

جاتے جاتے وہ ایک بار پھر علیشہ کو گھورنا نہیں بھولا تھا۔۔۔۔

اس کے کچن سے نکلنے کے بعد علیشہ نے سکھ کی سانس لی اور دروازے سے باہر جھانک کر دیکھا۔۔۔۔
لمبے لمبے ڈگ بھرتا زوار کافی دور جا چکا تھا۔۔۔۔
اس کا چلنے کا شاہانہ انداز۔۔۔۔ قیمتی لباس۔۔۔۔ چوڑے شانے۔۔۔۔ وہ شہزادے جیسا تھا لیکن شہزادہ تھا تو نہیں۔۔۔۔ ہنہہ۔۔۔۔

کچھ غلط تو نہیں کہا تھا میں نے۔۔۔۔

سانس بحال ہوئی تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔۔۔۔ وریشہ اور رخسار نے پہلے افسوس سے اسے دیکھا پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑیں۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

اتنا سناٹا کیوں ہے بھائی۔۔۔؟امی۔۔۔؟ دادی۔۔۔؟ارے سب مجھے اکیلے چھوڑ گئے ہیں کیا۔۔۔؟ کسی کو میں یاد ہی نہیں آئی۔۔۔؟ ہیلو۔۔۔؟ کوئی بھی نہیں ہے کیا۔۔۔؟

علیشہ کی پکار جگمگاتے گھر میں گونج کر رہ گئی تھی۔۔۔ یعنی واقعی سب اسے چھوڑ گئے تھے۔۔۔ وہ پریشان سی گھر سے نکل کر لان میں چلی آئی اور لان کا جائزہ لے کر گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ توقع کے مطابق گیٹ بھی باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔۔۔ اسے رونا آنے لگا اور وہ روئی بھی۔۔۔ نجانے کب تک اب اکیلے اس انجان گھر میں رہنا تھا۔۔۔ پھر رات کو لائٹ بھی تو چلی جاتی ہے اور وہ جنریٹر بھی نہیں چلا سکتی تھی۔۔۔ فون اس کے پاس تھا لیکن بیلنس نہیں تھا۔۔۔ گھر کا فون کیسے استعمال کرتی کہ اسے کسی کا نمبر زبانی یاد نہیں تھا۔۔۔ تھوڑی دیر رونے اور ٹہلنے کے بعد اسے خیال آیا کہ اپنے موبائل سے نمبر دیکھ کر وہ امی کو فون کر سکتی تھی۔۔۔ اس خیال کا آنا تھا کہ وہ اندر کی طرف دوڑ پڑی۔۔۔ ابھی لاؤنج میں قدم رکھا ہی تھا کہ لائٹ گل ہو گئی۔۔۔ اندھیرے سے تو ہمیشہ سے ڈرتی آئی تھی جبھی ہلکی سی چیخ مار کر دوبارہ لان میں چلی آئی۔۔۔ دور کہیں سے آتی مدھم روشنی میں لان بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔۔۔ وہ سہمی ہوئی سی بینچ پر بیٹھ گئی۔۔۔ پشت پہ لگا جھولا ہوا کے زور پہ ہلتا بڑی کریہہ آواز نکال رہا تھا۔۔۔ وہ بے بسی کے عالم میں اپنا چھوٹا سا فون دیکھنے لگی جو اس صورتحال میں اس کے کسی کام نہیں آ رہا تھا۔۔۔ سردی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ اس نے ڈرنے اور بے آواز رونے کے ساتھ ساتھ کانپنا بھی شروع کر دیا۔۔۔ فیشن کے شوق میں اس نے نہ شال لی تھی اور نہ سویٹر۔۔۔ اب اسے خود پر غصہ آ رہا تھا سو خود کو کوسنا بھی شروع کر دیا۔۔۔

اچانک ہی سر پر کچھ تواتر سے گرتا محسوس ہوا تو وہ چونک گئی۔۔۔۔ ہاتھ لگایا تو کچھ نمی محسوس ہوئی۔۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی ناک اور گال پر ایک اور موٹی سی بوند گری۔۔۔۔ اس نے آسمان پہ نظر ڈالنے کو چہرہ اٹھایا تو آنکھ میں بھی ایک بوند آن گری۔۔۔۔ بوندا باندی اچانک ہی شروع ہوئی اور پلک جھپکتے میں زور پکڑنے لگی۔۔۔۔ علیشہ قسمت کی ستم ظریفی پر دوپل کو شاک سی ہو کر اندر کی طرف دوڑ پڑی پھر بھی کافی بھیگ گئی۔۔۔۔ لاؤنج کے دروازے پر رک کر وہ موبائل کا ٹارچ آن کرنے لگی کہ اندر سے کسی کی گونجدار آواز ابھری۔۔۔۔

کون ہے۔۔۔۔ میں پوچھ رہا ہوں کون ہے وہاں۔۔۔۔؟

ان دونوں کی آپس میں خاص بات چیت نہیں ہوئی تھی جبھی علیشہ زوار کی آواز پہچان نہیں سکی تھی اور خوفزدہ ہو کر چیخنے لگی تھی۔۔۔۔ اس کے خیال میں وہ شاید کوئی چور تھا۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔۔ چپ ہو جاؤ بیوقوف لڑکی۔۔۔۔ میں ہوں زوار۔۔۔۔

اپنے موبائل کی روشنی اس کے چہرے پر مارتا زوار اسے پہچان کر بھڑکا۔۔۔۔

آنکھیں بند کیئے روازے سے چپکی سریلی چیخیں مارتی علیشہ زوار کا نام سن کر ساکت ہو گئی۔۔۔ زرا سی آنکھیں کھولیں لیکن اندھیرے میں زوار کا چہرہ نہیں دیکھ سکی بس ہیولا نظر آ رہا تھا کیونکہ زوار نے موبائل کا ٹارچ عین اسکے چہرے پر روشن کر رکھا تھا۔۔۔ جبھی زوار اسے دیکھ سکتا تھا اور وہ دیکھ بھی رہا تھا۔۔۔ بلکہ دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔۔۔ بارش کی بوندوں سے اس کے بال نم ہو گئے تھے اور اس کی گردن اور پیشانی سے چپکے ہوئے تھے۔۔۔ مایوں کی تقریب کے حساب سے پھولوں کے زیورات اور زرد لباس میں ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ مہکتا ہوا زرد پھول ہی لگ رہی تھی۔۔۔ زوار کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔۔۔ اس نے جلدی سے ٹارچ آف کی اور دو قدم پیچھے ہو گیا۔۔۔

زوار بھائی آپ بھی گھر میں ہی ہیں۔۔۔ کیا آپ کو بھی سب بھول گئے ہیں۔۔۔؟

بے تکلفی تو ان کے درمیان زرا نہیں تھی۔۔۔ علیشہ نے بہت محتاط ہو کر پوچھا تھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ میری طبیعت ڈاؤن تھی سو میں نہیں گیا۔۔۔ تمہیں بھول گئے ہیں۔۔۔؟

گلا کھنکھار کر زوار نے نارمل لہجہ اپنایا۔۔۔ دوبارہ اسے دیکھنے کی غلطی نہیں کی۔۔۔

جی۔۔۔۔

علیشہ غمزدہ سی بولی۔۔۔۔زوار کی گھر میں موجودگی نے اس کا ڈر تو دور کر دیا تھا مگر ساتھ ہی وہ مضطرب بھی ہو گئی تھی۔۔۔۔سب آئینگے تو انہیں گھر میں ساتھ دیکھ کر کیا سوچینگے۔۔۔۔اسے الگ ہی پریشانی لگ گئی۔۔۔۔

باہر بارش شروع ہو گئی ہے۔۔۔۔

عجیب سی خاموشی کو علیشہ نے توڑا۔۔۔۔

ظاہر ہے۔۔۔۔اندر تو ہونے سے رہی۔۔۔۔

زوار کا موڈ نجانے کیوں آف تھا۔۔۔۔علیشہ سمجھی شاید وہ کل شام کی اس کی بکواس کو مائنڈ کر بیٹھا ہے۔۔۔۔

سوری زوار بھائی۔۔۔۔

وہ منمنائی۔۔۔۔

کیوں۔۔۔؟

زوار واقعی نہیں سمجھا۔۔۔۔

وہ کل شام کو میں نے کچھ زیادہ ہی بول دیا تھا۔۔۔۔

آہ کم آن۔۔۔ کیا بولا تھا مجھے تو یاد بھی نہیں۔۔۔ بس اتنا معلوم ہے تمہارے خیالات میرے اور مماں کے متعلق اچھے نہیں۔۔۔ بٹ اٹس اوکے۔۔۔ ہمیں بھی یہاں کوئی خاص اچھا نہیں لگا۔۔۔۔

زوار اتنی صاف گوئی سے بولا کہ وہ اسے اندھیرے میں ہی گھورنے لگی۔۔۔ ہلکی سی شرمندگی تھی وہ بھی غائب ہو گئی۔۔۔ ایک بار پھر زوار اور نفیسہ بیگم برے لگنے لگے۔۔۔۔

آپ کے فون میں بیلنس ہے۔۔۔؟

علیشہ کو اچانک خیال آیا تو پوچھا۔۔۔

یس۔۔۔ یہ لو۔۔۔ تائی امی کو فون کرنا ہوگا شاید۔۔۔؟

کہتے ہوئے زوار نے اسے فون دیا اور خود صوفہ سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔۔۔ طبیعت کی خرابی تو بہانہ تھی۔۔۔ اس کا موڈ نہیں تھا جانے کا۔۔۔ کمرے میں بیٹھا وہ ڈرنک کرنے میں مصروف رہا تھا۔۔۔ ابھی اس نے صرف ایک گلاس چڑھایا تھا کہ لائٹ رخصت ہوگئی اور وہ جنریٹر آن کرنے چلا آیا تھا۔۔۔ اسے نشہ اتنی جلدی نہیں چڑھتا تھا لیکن حواس تھوڑے ڈول جاتے تھے جبھی علیشہ کی موجودگی اسے ڈسٹرب کر رہی تھی۔۔۔ اس سے دور دور رہنا بہتر تھا۔۔۔

ہلکی پھلکی بارش طوفانی بارش کی صورت اختیار کر چکی تھی۔۔۔ دروازے کھڑکیاں ہوا کے دباؤ سے دھڑ دھڑا رہے تھے۔۔۔ آنکھیں اندھیرے سے مانوس ہو گئی تھیں۔۔۔ ہاتھ کو ہاتھ اب سجھائی دے رہا تھا۔۔۔ وہ بھی اطمینان سے صوفے پر بیٹھا نیم وا آنکھوں سے غیر ارادی طور پر علیشہ کو دیکھنے لگا جو کھلے دروازے سے پشت لگائے فون پر بات کرنے میں مصروف تھی۔۔۔ اس کا دوپٹا ہوا کے زور پر بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا جسے سنبھالنے میں وہ ہلکان تھی۔۔۔ کبھی بجلی چمکتی تو اس کا وجود نمایاں ہو جاتا ورنہ نیلاہٹ مائل اندھیرے میں اس کا سجا سنوار مہکتا ہیولا کسی دیومالائی قصے کا کردار لگ رہا تھا۔۔۔

زوار کا گلا پھر سے خشک ہونے لگا۔۔۔ وہ بے چینی سے نظروں کا زاویہ بدل گیا مگر نظریں بھٹک کر اسی طرف اٹھ رہی تھیں۔۔۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد زوار نے اس کے ہیولے کو اپنی طرف آتے دیکھا۔۔۔ زوار نے اٹھ کر اپنے کمرے میں بھاگ جانا چاہا لیکن وہ ایسا کر نہیں پایا۔۔۔ بے بسی سے وہ اسے دیکھنے لگا جو اس کے قریب آن رکی تھی۔۔۔ اس کے جسم سے پھوٹتی بھیگی بھیگی موتیا گلاب اور باڈی اسپرے کی خوشبو زوار کے نتھنوں نے ٹکراتی اس کا امتحان لینے پر تلی تھی۔۔۔

زوار کا فون اسے تھما کر علیشہ نے اپنے فون کا ٹارچ آن کر کے ٹیبل پر رکھ دیا اور خود دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔

امی سے بات ہوئی ہے میری۔۔۔ وہاں سب ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن پتہ ہے کیا۔۔۔ امی کو وہاں پہنچ کر بھی میرا خیال نہیں آیا۔۔۔ وہ سمجھیں میں وریشہ اور رخسار کے ساتھ ہوں۔۔۔ وریشہ اور رخسار کو لگا میں امی کے پاس ہوں۔۔۔ سب نے ہی یہ سمجھا میں کسی اور کے ساتھ ہوں۔۔۔ سب مست مگن رہے۔۔۔ مطلب کوئی اہمیت ہی نہیں ہے میری۔۔۔

علیشہ اس آکورڈ صورتحال کو نارمل کرنے کے لیے غیر ضروری باتیں کرنے لگی۔۔۔ خاموشی بڑی عجیب محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ ایک تو اسے بولنا پسند بھی بہت تھا پھر اسے بولتے ہوئے ہاتھ ہلانے کی عادت بھی تھی۔۔۔ اس کی چوڑیوں کی جلترنگ زوار کے دماغ پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی

تھی۔۔۔۔ایکدم وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔۔۔۔علیشہ مطمئن بیٹھی رہی کیونکہ ابھی اس نے زوار سے جبزیٹر آن کرنے کے لیئے کہا تھا سو اس کا خیال تھا زوار اسی لیے اٹھا تھا لیکن زوار کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئی۔۔۔۔اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتی زوار نے اس کے منہ پر اپنا مضبوط ہاتھ سختی سے جما دیا اور دوسرے ہاتھ میں ایک ہی جھٹکے سے اس کی دونوں کلائیاں دبوچ لیں۔۔۔۔کئی چوڑیاں اور پھولوں کے کنگن کی پتیاں اس ستم پر ٹوٹی تھیں۔۔۔۔

شش۔۔۔۔بہت شور مچاتی ہو۔۔۔۔تم بھی اور تمہاری چوڑیاں بھی۔۔۔۔

گلاب اور موتیا کے دیدہ زیب جھمکے سے سجے اس کے کان سے اپنے دہکتے لب لگا کر زوار نے بھاری سرگوشی کی تھی اور اس کا مچلنا نظر انداز کرتے ہوئے اپنا منہ اس کے نم بالوں میں چھپا لیا تھا۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

چپ۔۔۔۔چپ۔۔۔۔بالکل چپ۔۔۔۔تمہاری طرح میں بھی پریشان ہوں۔۔۔۔چپ۔۔۔۔

کمال کا پتھر دل شخص تھا وہ بھی۔۔۔اپنے گناہ کے کھلنے کی پریشانی اور اس کی اذیت کی انتہا کو ایک ہی نظر سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

اوہ گاڈ۔۔۔

وہ جو کب سے لیفٹ رائٹ کرتا کچھ سوچنے اور اس پر چلانے میں مصروف تھا۔۔۔ تھک کر بالوں کو مٹھیوں میں جکڑے وہیں بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔

علیشہ بیڈ پر ہی سکڑ کر بیٹھی اپنی بربادی پر ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔۔ لائٹ نجانے کب آئی تھی۔۔۔اسے تو بس ایک ہی چیز کی خبر تھی۔۔۔وہ برباد ہو چکی تھی۔۔۔اور اسے برباد کرنے والا شرمندہ تو نظر نہیں آرہا تھا۔۔۔ بس پریشان لگتا تھا بات کھل جانے کے ڈر سے۔۔۔

ایک نفرت بھری نظر اس پر ڈال کر علیشہ اس کے بیٹھنے پر اٹھنے لگی مگر زوار نے اس کی کلائی جکڑ لی تھی۔۔۔اس کی خوف سے پھٹتی نم آنکھوں میں دیکھ کر زوار پہلی بار کچھ نادم سا ہوا۔۔۔اس کی کلائی چھوڑ دی۔۔۔

کہاں جارہی ہو۔۔۔؟ میں نے پوچھا کہاں جارہی ہو۔۔۔؟اچھا سنو پلیز رونا بند کرو۔۔۔ابھی مماں کا فون آیا تھا۔۔۔وہ سب گھر پہنچنے والے ہیں۔۔۔پلیز ان کے پہنچنے سے پہلے خود کو سنبھال لو۔۔۔جو ہوا اسے بھول جاؤ۔۔۔میں تم سے شادی کروں گا۔۔۔اوکے۔۔۔؟

وہ بھولنے کو یوں بول رہا تھا جیسے کوئی معمولی بات ہو۔۔۔اور شادی کرنے کی خبر ایسے دے رہا تھا جیسے خوش خبری سنا رہا ہو۔۔۔اسے خود سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے۔۔۔وہ اس کھیل کا پرانا کھلاڑی نہیں تھا۔۔۔لمحوں کی گرفت میں آجائے وہ ایسا کمزور بھی نہیں تھا لیکن آج نجانے کیا ہو گیا تھا۔۔۔کیوں وہ خود پر سے اختیار کھو بیٹھا تھا۔۔۔وہ انگلینڈ کی آزاد فضاؤں میں رہنے کے باوجود آج تک نہ بہکا تھا لیکن آج۔۔۔وہ بھی اپنی کزن کے ساتھ۔۔۔وہ سب بھلا کر دنیا کے میلے میں چاہ کر بھی گم نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔پیچھے رہ جانے والی اس کے خاندان کی عزت تھی جسے اس نے ملیامیٹ کر دیا تھا۔۔۔

علیشہ نے تڑپ کر سر اٹھا کر زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔

آپ مجھ سے شادی کرینگے۔۔۔؟لیکن میں تو آپ کو تھوکنے کے بھی قابل نہیں سمجھتی۔۔۔

شٹ آپ۔۔۔۔

زوار اس کے انداز پر جلبلا اٹھا۔۔۔اس کی دہاڑ ایسی تھی کہ علیشہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔۔۔وہ ایک بار پھر شدتوں سے رونے لگی۔۔۔۔

اوہ گاڈ علیشہ۔۔۔ سمجھنے کی کوشش کرو۔۔۔میں ابھی یہاں سے چلا جاؤں کسی کے لوٹنے سے پہلے تو کوئی میرا کیا بگاڑ لے گا۔۔۔؟ دوسرے شہر جانے کے لیے دس بار سوچنے والوں کی کیا اتنی اوقات ہے کہ سات سمندر پار آ کر مجھ سے پوچھ گچھ کریں۔۔۔؟ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔۔۔ شور مچاؤ گی تو خود بدنام ہو گی۔۔۔ میں چوری سے انکار کر دوں گا۔۔۔ میں پلٹ وار کر دوں گا۔۔۔ میں بھاگ جاؤں گا۔۔۔ میرے پاس بہت سے آپشن ہیں لیکن تم بے بس ہو۔۔۔ایک چپ سو سکھ والا محاورہ سنا ہے تم نے۔۔۔؟ زوار واسطی کی بیوی بن کر ایک پر آسائش زندگی گزارنے کا کبھی تم نے خواب بھی دیکھا تھا۔۔۔؟ تمہارے تو خواب بھی محدود ہوں گے۔۔۔ایک چپ تمہاری زندگی سنوار سکتی ہے اور تمہارا شور تمہیں بدنام کروا سکتا ہے۔۔۔ فیصلہ تمہارا۔۔۔اگر تم چپ رہیں تو دس دن کے اندر اندر تم مسز زوار بن چکی ہوں گی۔۔۔ معاشرہ تمہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔۔۔اگر تم نے شور مچایا تو میں ایسی صورتحال پیدا کر دوں گا کہ تم جھوٹی ثابت ہو جاؤ گی۔۔۔ کوئی تم پر یقین کرے گا بھی تو تمہارے لیے کچھ کر نہیں پائے گا۔۔۔۔

وہ اسے بازو سے پکڑے گھسیٹتے ہوئے اپنے روم سے اس کے روم میں لایا اور ساتھ ساتھ سمجھاتا بھی رہا۔۔۔علیشہ بس زہر خند نظروں سے اسے گھورتی رہی۔۔۔اس وقت اس کا دماغ بالکل بلینک تھا۔۔۔وہ سن تو رہی تھی پر سمجھ نہیں رہی تھی۔۔۔

اسے اس کے بیڈ پہ بٹھا کر وہ کمرے سے نکلتے ہوئے اچانک پلٹا۔۔۔

جاؤ اپنی حالت سدھارو۔۔۔اگر اپنی بدنامی نہیں چاہتی تو۔۔۔

اس کے حلیے پر سرسری نظر ڈالتا وہ لاؤنج کی طرف آیا اور ٹوٹی چوڑیاں۔۔۔زمین پہ گرا ڈیڈ ہو جانے والا علیشہ کا موبائل۔۔۔اور دوسرا بکھرا وا جلدی جلدی سمیٹ کر اپنے روم کی طرف دوڑ پڑا۔۔۔

وہ جانتا تھا اس نے غلط کیا تھا لیکن وہ اگر شرمندگی کا اظہار کرتا تو علیشہ شیر ہو جاتی اور سب کو اس کی کارستانی سنا دیتی جبھی زوار نے دبنے کے بجائے اسے دبانا شروع کر دیا تھا۔۔۔اب نجانے علیشہ کیا فیصلہ کرے۔۔۔؟ وہ بیڈ کی بکھری چادر سے نظریں چراتا صوفے پر بیٹھ کر اپنی داڑھی میں انگلیاں چلاتا ممکنہ حالات کے متعلق سوچنے لگا۔۔۔

☆☆☆☆☆

شادی کے ہنگامے عروج پر تھے مگر وہ کھویا کھویا سا رہا۔۔۔ سننے میں آیا تھا علیشہ کو سخت بخار نے آن گھیرا تھا جبھی وہ شادی میں بھی شریک نہیں ہو پائی تھی۔۔۔ وہ نیم غنودگی میں تھی۔۔۔ نجانے ہوش میں آتی تو کیا کرتی۔۔۔؟ کیا کہتی۔۔۔؟ کہیں نیم غنودگی میں ہی وہ کوئی راز افشاں نہ کر دے۔۔۔

زوار کو بہت سی الجھنوں نے گھیر رکھا تھا۔۔۔ زرینہ بیگم (علیشہ کی والدہ) بھی مستقل علیشہ کے پاس اس کے کمرے میں تھیں۔۔۔ وہ جا کر اس سے بات چیت بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ شادی کا وہ دن بظاہر تو امن سے گزر گیا۔۔۔ مگر زوار بے چین اور علیشہ بے ہوش پڑی رہی۔۔۔

☆☆☆☆☆

دو دن گزر چکے تھے لیکن وہ علیشہ سے مل نہیں پایا تھا۔۔۔ ابھی بات چھپی ہوئی تھی پر علیشہ کب کیا کر ڈالتی کچھ اندازہ لگانا مشکل تھا۔۔۔

صوفے پر بیٹھا زوار خاموش نظروں سے سب کو ولیمے کی تیاریوں میں مصروف دیکھ رہا تھا۔۔۔ کچھ دیر بعد انہیں ولیمے کے لیے نکلنا تھا اور تیاریاں تھیں کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔۔۔ آج اس لیے بھی زیادہ دیر لگ رہی تھی کہ دور سے آئے مہمان حضرات جلد از جلد اپنے گھروں کو لوٹنے کے لیے بیقرار ولیمے کی تیاری کے ساتھ ساتھ پیکنگ میں بھی مگن تھے۔۔۔ زوار اس شور شرابے سے اکتا کر لان میں جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ دادی نے پکار لیا۔۔۔ وہ مرتا کیا نہ کرتا کی مصداق ان کے قریب چلا آیا جو اپنی طرح کی ادھیڑ عمر خاتون کے ساتھ تخت پر بیٹھی تھیں۔۔۔

یہ ہے زوار۔۔۔ میرے سعود کا لڑکا۔۔۔ زوار یہ میری نند ہیں ستارہ آپا۔۔۔ بچپن میں تم ان سے کہہ کہہ کر روٹی کی چوری بنوا کر کھایا کرتے تھے۔۔۔ یاد ہے تمہیں۔۔۔ بڑی پسند تھی تمہیں آپا کے ہاتھ سے بنی روٹی کی چوری۔۔۔

اس خوبرو شخص کو اپنا پوتا متعارف کرواتے ہوئے دادی کے لہجے سے خوشی جھلکی تھی لیکن مرحوم بیٹے کے ذکر نے افسردہ بھی کر دیا تھا۔۔۔ اپنی افسردگی مٹانے کو پر جوش انداز میں اسے یاد دلانے لگیں۔۔۔ زوار مگر چہرہ سپاٹ کیے ہی کھڑا رہا۔۔۔ اسے کچھ یاد نہیں تھا اور نہ یاد کرنے کی خواہش تھی۔۔۔

اس کے روڈ انداز پہ جہاں دادی کا جوش ٹھنڈا پڑا وہیں ستارہ بیگم بھی پھیکی سی پڑ گئیں۔۔۔۔ نفیسہ بیگم نے تو انہیں منہ لگایا نہیں تھا۔۔۔۔ اب ان کا ارادہ زوار سے بدیس کے حالات تفصیل سے جاننے کا تھا مگر۔۔۔۔۔۔۔۔

لو آ ہی گئی اپنی علیشہ بھی۔۔۔۔ قسم سے اس کے بنا بڑی بوریت ہو رہی تھی۔۔۔۔ عادت ہو گئی ہے اس کی بونگیاں سننے کی۔۔۔۔

پیچھے سے آتی رخسار کی شوخ آواز پر وہ چونک کر پلٹا۔۔۔۔ نظریں رخسار کی نظروں کے تعاقب میں دوڑائیں۔۔۔۔ علیشہ زرینہ بیگم کے پہلو میں سکڑی سمٹی چلی آ رہی تھی۔۔۔۔ گہرے پرپل رنگ کی سادہ سی ساڑھی اس کے چھریرے بدن سے لپٹی قابل دید لگ رہی تھی۔۔۔۔ سلور رنگ کی خوبصورت جیولری میں ساڑھی کے ہم رنگ نگینے جڑے تھے۔۔۔۔ گہرا میک اپ اس کے حسن کو دو آتشاں کر رہا تھا۔۔۔۔ بالوں کا میسی جوڑا بنا رکھا تھا جو آوارہ لٹیں کسی روک ٹوک کے بغیر اس کے رخساروں کے بوسے لے رہی تھیں۔۔۔۔

زوار جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔۔۔۔ اس سے نظریں ٹکرانے پر ایک پل کو ساکت تو علیشہ بھی ہوئی تھی لیکن زرینہ بیگم نے اس کا بازو تھام رکھا تھا جبھی وہ چاہ کر بھی بھاگ نہ سکی۔۔۔۔ مگر اس کی رفتار اور بھی دھیمی ہو گئی تھی۔۔۔۔ نظریں اس نے یوں جھکا لی تھیں جیسے اب کبھی نہیں اٹھائے گی۔۔۔۔ زرنیہ

بیگم اسے لیے دادی کے پاس ہی چلی آئیں۔۔۔۔زوار جو وہاں سے جانے کے لیے پل تول رہا تھا علیشہ کے وہاں آنے پر دادی کے دوسری طرف ٹک گیا۔۔۔ نظریں بار بار اس کی طرف اٹھ رہی تھیں جس کا چہرہ ضبط کی شدت سے لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔۔۔۔ چہرے سے ہوتی زوار کی نظریں اس کے ہاتھوں تک آئیں۔۔۔۔علیشہ نے دونوں ہاتھ یوں مضبوطی سے جکڑ رکھے تھے جیسے خود کو حوصلہ دینے کی سعی کر رہی ہو۔۔۔۔

اسے تو ابھی بھی بخار لگ رہا تھا۔۔۔۔

ستارہ بیگم نے اسے اپنے اور دادی کے درمیان بٹھاتے ہوئے پریشانی سے کہا۔۔۔

ابھی طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی تھی تو آرام کرنے دینا تھا نا۔۔۔ایسی بھی کیا افتاد پڑی تھی سجا بنا کر لے آئیں۔۔۔۔

دادی نے بھی اس کی تپتی پیشانی چھوتے ہوئے زرینہ بیگم کو ناراضگی سے دیکھا۔۔۔۔زرینہ بیگم نے پریشان ہو کر اس کا ماتھا چھوا تھا۔۔۔۔

ابھی تک تو ٹھیک تھی۔۔۔۔اچانک کیا ہو گیا۔۔۔؟

میں ٹھیک ہوں امی۔۔۔۔بخار اتر گیا ہے بس اثرات رہ گئے ہیں۔۔۔

اس نے مسکرا کر ماں کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کی۔۔۔پھر دادی اور ستارہ بیگم کو بھی مطمئن کرنے لگی۔۔۔نظریں بھول کر بھی دادی کے پیچھے سے جھانکتی ان دو آنکھوں کی طرف نہیں اٹھی تھیں لیکن وہ خود پر ان نظروں کی تپش محسوس کر سکتی تھی۔۔۔اسے اپنا چہرہ جلتا محسوس ہوا۔۔۔ اس کا دل چاہا اٹھے اور زوار کا خوبصورت چہرہ تھپڑوں سے لال کر ڈالے۔۔۔اسے اس قدر مارے کہ اس کے چہرے کی کھال ادھڑ جائے۔۔۔خون رسنے لگے۔۔۔لیکن آہ۔۔۔ایسا صرف سوچا ہی جا سکتا تھا۔۔۔

زرینہ بیگم کو کسی نے پکارا تو وہ معذرت کرتی چلی گئیں۔۔۔علیشہ خود کو اور تنہا محسوس کرنے لگی۔۔۔

عزیز کہاں ہے ستارہ آپا۔۔۔؟ نظر نہیں آ رہا۔۔۔آج صبح سے آیا ہے لیکن مجھ سے نہیں ملا۔۔۔

دادی نے ستارہ آپا کے اکلوتے پوتے کے متعلق پوچھا۔۔۔ ساتھ ہی آنکھوں میں کوئی اشارہ بھی کیا۔۔۔ ستارہ بیگم ان کا اشارہ سمجھ کے مسکرائیں۔۔۔ مسکراتی نظروں سے پلکیں جھکائے بیٹھی علیشہ کو دیکھا پھر گردن اٹھا کر نظروں کو دوڑایا۔۔۔ جلد ہی انہیں ان کا پوتا نظر آ گیا۔۔۔

اۓ عزیز۔۔۔ یہاں آنا زرا۔۔۔

جی دادی۔۔۔ حکم۔۔۔؟

چاکلیٹی پینٹ کوٹ میں ملبوس وہ پیارا سا لڑکا بہت سوبر اور وجیہہ لگ رہا تھا۔۔۔ دادی نے دل ہی دل میں عزیز کو "ڈن" کر دیا۔۔۔

نرگس بھابھی گلہ کر رہی تھیں تم نے انہیں سلام نہیں کیا۔۔۔ پہچانا انہیں۔۔۔؟

URDUNovelians

آداب عرض ہے چھوٹی دادی۔۔۔ معزرت مصروفیات کے باعث سب سے اب تک مل نہ سکا۔۔۔ اور آپ کو کیسے نہیں پہچانیں گے۔۔۔؟ آپ کو ایک بار جو دیکھ لے وہ خود کو بھول سکتا ہے لیکن آپ کو نہیں۔۔۔ اور ہمارے چھوٹے دادا صاحب اس بات کے گواہ ہیں۔۔۔ ہمیں تو یہ بھی یاد ہے۔۔۔

چھوٹے دادا نے آپ کے لیے اپنے خون سے لو لیٹر بھی لکھا تھا۔۔۔آپ کے حسن کا جادو ہی ایسا چلا تھا۔۔۔

اپنی بظاہری شخصیت کے بر عکس وہ بڑا زندہ دل لگتا تھا۔۔۔دادی کو اس پر اور پیار آ گیا۔۔۔اپنی تعریف پر کچھ شرما بھی گئیں۔۔۔

ستارہ آپا۔۔۔یہ کوئی بچوں کو بتانے کی بات ہے۔۔۔؟

دادی مصنوعی خفگی سے بولیں۔۔۔

یہ آج کل کے بچے ہیں بھابھی۔۔۔بڑوں کے بھی بڑے ہیں۔۔۔

ستارہ بیگم نے پیار سے پوتے کو گھورا۔۔۔

دادی کے دوسری طرف بیٹھے زوار کے چہرے پر کوفت ہی کوفت چھائی تھی۔۔۔۔ یہ سارے پیار بھرے ڈرامے اسے زہر لگ رہے تھے۔۔۔۔ وہ صرف علیشہ کی ذہنی رو کا اندازہ لگانے کے لیے وہاں بیٹھا تھا اور اب اٹھنے ہی لگا تھا کہ ستارہ بیگم نے بڑے معنی خیز انداز میں عزیز اور علیشہ کو ایک دوسرے سے متعارف کروایا۔۔۔۔ جانتے تو وہ دونوں ایک دوسرے کو پہلے سے تھے لیکن دوسرے شہر میں بسنے کی وجہ سے ملنا ملانا بہت کم ہوتا تھا۔۔۔۔ اب بھی انہوں نے چار سال بعد ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔۔۔ عزیز کی روشن آنکھوں میں پسندیدگی جھلکی تھی۔۔۔۔

وہ دونوں ہی بچے نہیں تھے۔۔۔۔ یہ خاص انداز بخوبی سمجھتے تھے۔۔۔۔ بے بسی کے مارے علیشہ کے آنسو چھلکنے کو ہو گئے۔۔۔۔ وہ کسی شریف النفس شخص کے قابل نہ رہی تھی۔۔۔۔ ایک شیطان نے اسے بھنبھوڑ ڈالا تھا۔۔۔۔ ناپاک کر دیا تھا۔۔۔۔ دادی کی شوخ مسکراہٹ پر وہ مسکرا تک نہیں پائی تھی۔۔۔۔ اس نے یونہی سر جھکائے عزیز کے سلام کا جواب دیا تھا۔۔۔۔ اس سے پہلے کوئی مزید کچھ کہتا گاڑیوں میں سوار ہونے کا شور مچ گیا اور سب بھاگم بھاگ باہر کی طرف نکل پڑے۔۔۔۔

اسے ساتھ رکھنا۔۔۔۔ یہ پھر نہ پیچھے رہ جائے۔۔۔۔

شہاب پھوپھا نے قریب سے گزرتے ہوئے علیشہ کا سر تھپکتے ہوئے دادی سے کہا تو دادی دھیرے سے ہنس دیں۔۔۔۔

دادی تو اسے کیا سنبھالتیں وہ خود دادی کو سہارا دیے باہر کی طرف نکلنے لگی۔۔۔ ستارہ بیگم بھی ان کے ساتھ ہی تھیں۔۔۔ عمر میں دادی سے بڑی تھیں لیکن چاق و چوبند تھیں۔۔۔

پیچھے بلیک ڈنر سوٹ میں ہنوز تخت پہ ٹکا زوار کینہ توز نظروں سے عزیز کو گھورنے لگا۔۔۔ جو اس کی نظروں سے بے نیاز مصروف سا پھر رہا تھا۔۔۔ عزیز اور علیشہ کی طرح اسے بھی وہ معنی خیز انداز بہت کچھ سمجھا چکا تھا۔۔۔ اسے اندازہ نہیں ہوا اس کے اندر کیسا بھونچال آیا تھا۔۔۔ بس ایک بات طے تھی۔۔۔ اسے عزیز زہر لگا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆

اس کا وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔۔۔ وہ کافی دیر سے بہت ہمت کا مظاہرہ کرتی آ رہی تھی۔۔۔ اپنے درد اور آنسو چھپاتی آ رہی تھی۔۔۔ اپنی سسکیاں وہ مستقل دبا رہی تھی مگر اب انتہا ہو گئی تھی۔۔۔ اپنے وجود پر اسے ایک اندیکھا لمس اب بھی محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ وہ بار بار ہاتھوں سے بازو گردن اور چہرہ رگڑ کر اس لمس سے چھٹکارہ پانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

وہ خاموشی سے اٹھی اور زرینہ بیگم کی سوالیہ نظروں پر پھیکی سی مصنوعی مسکان ان کی طرف اچھال کر واش روم کا اشارہ کرتی تیزی سے اس طرف بڑھ گئی۔۔۔

شکر تھا اس وقت واش روم میں کوئی موجود نہ تھا۔۔۔اس نے کسی چیز کی پروہ نہ کرتے ہوئے چھپاک چھپاک پانی منہ پر مارنا شروع کر دیا۔۔۔ جس تیزی سے وہ منہ پر پانی کے چھپاکے مار رہی تھی اتنی ہی تیزی سے اس کی آنکھوں سے ساون برس رہا تھا۔۔۔اس کی بھاری سسکیاں واش روم کے درو دیوار سے سر ٹکراتی پھر رہی تھیں۔۔۔

خوب سارا رو لینے کے بعد اس نے واش بیسن کا نل بند کر کے خود کو شیشے میں دیکھا۔۔۔ شدت گریہ سے چہرہ سرخ انار ہو چکا تھا۔۔۔آنکھیں سوج کر رہ گئی تھیں۔۔۔ میک اپ کا تو نام ونشان مٹ چکا تھا ساتھ ہی ساڑھی کا اوپری حصہ بھی بھیگ گیا جس سے اس کے وجود کی رعنائیاں نمایاں ہو رہی تھیں۔۔۔ یہ بھی شکر تھا آج وہ شال لینے پر آمادہ ہو چکی تھی۔۔۔ سیاہ شال بازوؤں پر اسٹائل سے ٹکی تھی اس نے کاندھوں پر اس طرح ڈال لی کہ بھیگا ہوا حصہ چھپ گیا۔۔۔

سوجی آنکھوں سے وہ کچھ دیر خالی خالی نظروں سے خود کو تکتی رہی پھر تھکی ہاری سی واش روم سے باہر نکل آئی۔۔۔ باہر آکر اس کے چہرے پر خوف کے سائے لہرانے لگے۔۔۔زوار وہیں موجود تھا۔۔۔ واش روم ہال سے پرے راہداری میں بنا تھا جبھی وہ اطمینا سے وہاں موجود تھا۔۔۔اور شاید اسی کا منتظر تھا۔۔۔ علیشہ کے کسی قسم کاری ایکشن دینے سے پہلے ہی وہ انگلی اپنے لبوں پہ رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کرتا اس کی کلائی تھامے کھینچ کر سنسان راہداری سے ہوتا اسے دوسرے دروازے

سے باہر لے آیا۔۔۔ یہ پارکنگ تھی۔۔۔ گاڑیاں ہی گاڑیاں نظر آرہی تھیں۔۔۔ کوئی ذی روح موجود نہ تھی۔۔۔

اسے ایک جھٹکے سے چھوڑ کر زوار نے بغور اسے دیکھا تھا۔۔۔ وہ اس قدر خوفزدہ ہو چکی تھی کہ چیخنے تو دور اس کی طرف دیکھنے سے بھی ڈر رہی تھی۔۔۔ اس کی گرفت سے آزاد ہونے والی کلائی بھی سہلا رہی تھی۔۔۔ زوار نے لب بھینچ لیے۔۔۔ علیشہ نے اچانک اس کے قریب سے نکلنے کی کوشش کی مگر زوار نے اسے کلائی سے پکڑ کر دوبارہ اپنے روبرو کر لیا۔۔۔

بیوقوف لڑکی سنبھالو خود کو۔۔۔ کیوں تماشہ بنانے پر تلی ہو۔۔۔ آج مماں بات کرینگی تمہاری امی سے۔۔۔ ہماری شادی کے متعلق۔۔۔ تمہیں بھی اندازہ ہو چکا ہوگا کہ تمہارے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں۔۔۔ جب تم سے اس بارے میں پوچھا جائے تو کوئی تماشہ مت کرنا۔۔۔ یہ رشتہ جتنی جلدی جڑے گا اتنا بہتر ہوگا۔۔۔ سمجھی۔۔۔؟

مم۔۔۔ میں۔۔۔ آپ سے۔۔۔ شش۔۔۔ شادی نہیں کرونگی۔۔۔ آپ نے خاندان۔۔۔ کی عز۔۔۔ عزت کو نہیں بخشا۔۔۔ پھپ۔۔۔ پھر ان آزاد۔۔۔ فضاؤں میں نن۔۔۔۔ نجانے کیا کیا۔۔۔ کک۔۔۔ کرتے رہتے۔۔۔ ہونگے۔۔۔

وہ ڈری سہمی سی بھی جرات کا مظاہرہ کر بیٹھی تھی۔۔۔۔زوار نے بایاں آئی برو اوپر کو چڑھایا۔۔۔

لسن۔۔۔۔میں مر نہیں رہا تم سے شادی کرنے کے لیے۔۔۔۔عام حالات میں کوئی مجھ سے تمہارے متعلق رائے مانگتا تو میں صاف انکار کر دیتا۔۔۔۔تم خاندان کی عزت ہو جبھی یہ سب کر رہا ہوں ورنہ تم میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جو میں اپنی لائف پارٹنر میں چاہتا تھا۔۔۔۔نہ شکل نہ شعور۔۔۔۔تم جیسی عام سی لڑکیاں ہمارے گھر میں میڈ ہیں۔۔۔

رکھائی میں تو زوار کو کوئی مات نہیں دے سکتا تھا۔۔۔۔شادی کی بات وہ یونہی کرتا تھا جیسے علیشہ کی ذات پر احسان کر رہا ہو۔۔۔

تمہیں نہیں کرنی تم بے شک انکار کر دینا۔۔۔۔لیکن اگر کل کو اس سب کا کوئی نتیجہ نکل آیا تو کیسے ہینڈل کرو گی سب۔۔۔۔؟اس بارے میں کچھ سوچا ہے۔۔۔۔؟

علیشہ کا چہرہ تپ گیا۔۔۔۔ڈھکے چھپے انداز میں کہی یہ بات ایسی تھی کہ علیشہ بے اختیار نظریں چرا گئی۔۔۔۔دل بھاری ہو رہا تھا۔۔۔

زوار نے اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر سوچ کی پر چھائیاں دیکھی تو مطمئن ہو گیا۔۔۔ وہ اسے لفظوں کے جال میں پھانس کر بے بس کر رہا تھا۔۔۔ تا کہ وہ کچھ کر نہ پائے۔۔۔

وہ کمزور سی سادہ سی لڑکی تھی۔۔۔ عزت سے بڑھ کر کچھ نہ تھا۔۔۔ اگرچہ عزت روندی جاچکی تھی مگر ساری دنیا کے سامنے یہ اعلان کرنا بھی آسان نہ تھا۔۔۔ جہاں کچھ لوگ اس سے ہمدردی کرینگے وہیں کچھ لوگ اسی کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کی وجوہات بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔۔۔ زمانہ اسے جینے نہیں دے گا۔۔۔ لفظوں کی مار سے مار ڈالے گا۔۔۔ اور واقعی اگر کل کو کوئی نتیجہ۔۔۔۔۔۔۔؟ اس سے آگے سوچ کر ہی علیشہ کا دم گھٹنے لگا۔۔۔ وہ اپنی بے بسی پر مٹھیاں بھینچ گئی۔۔۔ اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں اٹھے اور زوار کے مضبوط سینے پر برسنے لگے۔۔۔ ان نازک ہاتھوں سے زوار کا کیا بگڑنا تھا۔۔۔؟ وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔۔۔ تھکی ہاری سی ہاتھ اٹھا اٹھا کر وہ ایسے مار رہی تھی جیسے اس نے ہاتھوں میں کوئی وزنی شے اٹھا رکھی ہو۔۔۔

کیوں کیا آپ نے میرے ساتھ ایسا۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ کیوں مجھے بے بس کر دیا۔۔۔؟ کیوں میرے پاس کوئی راستہ نہ چھوڑا۔۔۔؟ کیوں۔۔۔؟ کیوں۔۔۔؟ کیوں۔۔۔؟ مجھے نفرت ہے آپ سے۔۔۔ آپ گھٹیا انسان ہیں۔۔۔ بلکہ آپ انسان ہی نہیں ہیں۔۔۔ انسان ایسے نہیں ہوتے۔۔۔ آپ مر جائیں خدا کرے۔۔۔ آپ بھی ایسی تکلیف سے گزریں۔۔۔ سکون کو ترسیں۔۔۔ نہ آنسو بہا سکیں نہ چھپا سکیں۔۔۔

چیختے چلاتے وہ ایکدم لہرا کر گرنے لگی کہ زوار نے فوراََ ہی اسے اپنی باہنوں میں تھام لیا۔۔۔علیشہ نے بند ہوتی آنکھوں سے خود پر جھکے زوار کو دیکھا۔۔۔خود کو چھڑانے کی انتہائی ناکام کوشش کی اور پھر مکمل طور پر ہوش سے بیگانہ ہو گئی۔۔۔شال تو اس کی مار اماری کے دوران ہی لڑھک گری تھی۔۔۔ اب اس کا نازک وجود اپنی تمام دلکشی سمیت زوار کی پناہوں میں تھا۔۔۔زوار نے نچلا لب دانتوں تلے دبا لیا۔۔۔

اسے باہنوں میں بھرے زوار اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔۔ابھی اس کہ بیہوشی کے بارے میں بھی سب کو بتانا تھا مگر زوار کا چہرہ پر سکون تھا۔۔۔آج کی بحث نے اتنا تو سمجھا دیا تھا کہ علیشہ محمود ہار گئی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

زوار۔۔۔

عزیز۔۔۔۔

زوار۔۔۔۔

عزیز۔۔۔۔

زوار۔۔۔۔

عزیز۔۔۔۔

ناں تمہیں کیا مسئلہ ہو گیا زوار سے۔۔۔؟ خاندان کا سب سے لائق فائق بچہ ہے۔۔۔۔ پیسہ۔۔۔۔ شکل صورت۔۔۔۔ ہر چیز بے مثال۔۔۔۔ خود تم شاہ زیب کی شادی میں اس کی ماں کے آگے پیچھے پھر رہی تھیں اور اب عزیز بہتر لگنے لگا۔۔۔؟

دادی نے جھنجھلا کر کہتے ہوئے زرینہ بیگم کے بازو پر ہلکا سا تھپڑ رسیدا۔۔۔ ساس بہو کے تعلقات میں مثالی بے تکلفی تھی۔۔۔

ہاں کیونکہ پہلے میں بھی چمکتی چیز کو سونا سمجھ رہی تھی۔۔۔ جوان بیٹیوں کی ماں ہوں۔۔۔ ان کے بہتر مستقبل کے لیے الٹی سیدھی حرکتیں بھی کر جاتی ہوں۔۔۔ ہاں۔۔۔ اس وقت مجھے بھی زوار سے بہتر خاندان میں کوئی نظر نہیں آرہا تھا لیکن اب آپ نے عزیز کے رشتے کے بارے میں بتایا ہے تو

مجھے عزیز ہر لحاظ سے زوار سے بہتر لگ رہا ہے۔۔۔۔ شکل صورت اور دھن دولت میں زوار سے بہت پیچھے سہی لیکن لڑکا عزت کرنے والا ہے۔۔۔۔ اپنی علیشہ کی طرح خوش مزاج ہے۔۔۔۔ رونق لگائے رکھتا ہے۔۔۔۔ سیدھی سادی سی فیملی ہے۔۔۔۔ سب محبت کرنے والے ہیں۔۔۔۔ میں اپنی علیشہ کے مزاج سے واقف ہوں۔۔۔۔ وہ نفیسہ جیسی ساس کے ساتھ نہیں رہ پائے گی۔۔۔۔ آپ نے نفیسہ کے انداز نہیں دیکھے۔۔۔۔؟ ابھی رشتے کی بات ہی کی تھی لیکن انداز کیسا توہین آمیز تھا۔۔۔۔ علیشہ کے لیے اپنی ناپسندیدگی زرا نہیں چھپائی اس نے۔۔۔۔ صاف ظاہر تھا وہ چاہتی ہے ہم انکار کر دیں۔۔۔۔ تو ہم انکار کر ہی دیں نا۔۔۔۔؟ کہہ رہی تھی زوار کی پسند ہے علیشہ لیکن یہ پسندیدگیاں بس "حاصل" ہو جانے تک چلتی ہیں۔۔۔۔ نفیسہ مغرور عورت ہے۔۔۔۔ بد دماغ کہیں تو بھی غلط نہ ہو گا۔۔۔۔ وہ علیشہ کو سکون سے نہیں رہنے دے گی اور ہماری علیشہ کبھی بھی نفیسہ کو منہ توڑ جواب نہیں دے گی۔۔۔۔ میں یہ بھی نہیں چاہوں گی امی کہ میری بچی سسک سسک کر جیے۔۔۔۔ اگر جھگڑوں کی صورت میں زوار علیشہ کا ساتھ دیتا بھی ہے تب بھی حالات تو کشیدہ ہی رہینگے نا۔۔۔۔ اور آپ مجھے یہ بتائیں کہ خود آپ نے مجھ سے عزیز کے رشتے کی بات کی اور اب خود ہی عزیز کے لیے انکار بھی کر رہی ہیں۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔؟

اس وقت تک نفیسہ نے علیشہ کے لیے بات جو نہیں کی تھی۔۔۔۔ عزیز بھی اپنا بچہ ہے اور بے شک بہت پیارا بچہ ہے لیکن زوار میرے سعود کی آخری نشانی ہے۔۔۔۔ اس میں مجھے میرا سعود نظر آتا ہے۔۔۔۔ اتنے سالوں بعد ملی ہوں۔۔۔۔ میں تو اسے جی سے لگانا چاہتی تھی مگر وہ دور دور رہ کر بہت دور ہو گیا ہے ہم سے۔۔۔۔ ہمارے نزدیک آنا پسند نہیں کرتا۔۔۔۔ اسے جی بھر کے دیکھا بھی نہیں

میں نے ابھی تک زرینہ۔۔۔ وہ پاکستان اتنے سالوں بعد آیا بھی تو بزنس کے مسئلے کے لیے۔۔۔ وہ تو شاہ زیب کی شادی درمیان میں آگئی تو میری لاکھ منتوں پر اس نے اپنا قیام بڑھالیا۔۔۔ اب دس پندرہ دنوں تک پھر چلا جائے گا اور نجانے دوبارہ کب آئے گا۔۔۔ میں اسے دوبارہ دیکھنے کی خواہش دل میں لیے ہی مر نہ جاؤں۔۔۔ علیشہ سے شادی کے بعد ممکن ہے پاکستان آنا جانا لگائے رکھے۔۔۔

دادی نے تفصیل سے جواب دیا۔۔۔ زوار کے سرد مہر انداز کو یاد کر کے آبدیدہ ہو گئیں۔۔۔

زرینہ بیگم نے ساس کا جھریوں بھرا ہاتھ تھام کر عقیدت سے چوم لیا۔۔۔ ہمیشہ ماں کی طرح ان کی پشت پہ موجود رہیں تھیں وہ۔۔۔ ان کی بات سے انکار کرنا انہیں اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن وہ بھی مجبور تھیں۔۔۔ بیٹی کے علاوہ ماں بھی تو تھیں۔۔۔ دادی کی جگہ ان کی سگی ماں ہوتی وہ تب بھی وہی فیصلہ کرتیں جو علیشہ کے حق میں بہتر لگتا۔۔۔ کوئی جذباتی فیصلہ کر کے اپنی بیٹی کی پہاڑ سی زندگی مشکلات کی نظر نہیں کرنا چاہتی تھیں۔۔۔

امی جان ایسا کرتے ہیں علیشہ کے سامنے دونوں پرپوزل رکھ دیتے ہیں۔۔۔ وہ عزیز اور زوار سے مل چکی ہے۔۔۔ سمجھدار لڑکی ہے۔۔۔ اپنے لیے بہتر کا انتخاب خود کر سکتی ہے۔۔۔ فیصلہ وہ کرے گی۔۔۔ پھر آگے اس کا نصیب۔۔۔

زرینہ بیگم نے درمیانی حل نکالا۔۔۔ دادی نے بھرپور حمایت کرڈالی۔۔۔

ہاں بالکل ٹھیک کہا۔۔۔ اب تم جاؤاور علیشہ سے ابھی بات کرلو۔۔۔ پتا ہے نازوار والے جلد واپس لوٹ جائینگے۔۔۔؟اس سے پہلے شادی بیاہ کی بات کررہے تھے۔۔۔ جتنی جلدی جواب دینگے اتنی آسانی رہے گی۔۔۔ ہمیں بھی کچھ تیاریاں توکرنی پڑینگی۔۔۔ ہیں۔۔۔؟

اگرعلیشہ نے عزیز کے لیے حامی بھری توسب کچھ آرام اوراطمینان سے ہوگا۔۔۔

زرینہ بیگم شوخی سے بولیں۔۔۔ گویا باور کروایا ضروری نہیں وہ زوار کے لیے ہی "ہاں" کہے۔۔۔

دادی نے مصنوعی گھوری ان پر ڈالی پھر بچوں کی طرح ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھاکراونچی آواز میں گویا ہوئیں۔۔۔

یا اللہ میرے زوار اور علیشہ کی جوڑی سلامت رکھنا۔۔۔

توبہ ہے امی۔۔۔۔

زرینہ بیگم مدھم سا ہنستی ہوئیں علیشہ اور وریشہ کے مشترکہ کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ کمرے میں انٹر ہوئیں تو وریشہ کو توقع کے مطابق ڈائجسٹ میں غرق پایا جبکہ علیشہ غیر متوقع طور پر گم صم بیٹھی تھی۔۔۔۔ وہ شوخ و شنگ سی لڑکی تھی۔۔۔۔ رات کو سونے کے علاوہ وہ کم ہی اپنے کمرے میں ٹھہرتی تھی۔۔۔۔ سارا وقت گھر میں قلانچیں بھرتی ہنستی مسکراتی رہتی تھی۔۔۔۔ دادی اسے گھر کی رونق کہتی تھیں مگر کچھ دنوں سے یہ رونق ماند پڑی تھی۔۔۔۔ زرینہ بیگم محسوس تو کب سے کر رہی تھیں مگر تفصیل سے پوچھنے کا وقت اب ملا تھا۔۔۔۔ کل ہی تو وہ لوگ شاہ زیب کا ولیمہ نمٹا کر اپنے گھر لوٹے تھے۔۔۔۔ وہ اس وقت بھی بخار میں جل رہی تھی۔۔۔۔ مگر اب اس کا بخار اتر چکا تھا۔۔۔۔ اسے پھر سے ہنسنا مسکرانا چاہیے تھا مگر وہ اب بھی مرجھائی ہوئی تھی۔۔۔۔

URDUNovelians

وریشہ کو انہوں نے چائے بنانے کا حکم دیا۔۔۔۔ اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد وہ علیشہ کے پاس بیٹھ گئیں۔۔۔۔ علیشہ نے انہیں دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی تھی لیکن زرینہ بیگم کو اس کی مسکراہٹ کا کھوکھلا پن صاف دکھائی دے رہا تھا۔۔۔۔

عاشی۔۔۔۔

انہوں نے اس کا کومل ہاتھ تھاما۔۔۔۔

جی۔۔۔۔؟

کیا ہوا ہے تمہیں۔۔۔۔؟ پہلے تو کبھی یوں دو تین دن کے لیے بخار نہیں ہوا تمہیں۔۔۔۔ اور اب تو بخار بھی اتر چکا ہے پھر بھی گم صم زرد زرد کیوں ہو۔۔۔۔؟

علیشہ دھک سے رہ گئی۔۔۔۔ اس نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی تھی خود کو نارمل ظاہر کرنے کی لیکن سامنے بھی اس کی ماں تھی۔۔۔۔

بس امی۔۔۔۔ اندر ہی اندر ابھی بھی کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔۔۔۔ بخار اور بے ہوشی کی وجہ سے کھانے پینے سونے جاگنے کی روٹین ڈسٹرب ہو گئی تھی نا۔۔۔۔ دو تین دن تک فٹ ہو جاؤں گی بالکل۔۔۔۔

انہیں مطمئن کرنے کے لیے اس نے اپنے ہونٹوں کے کنارے کانوں تک کھینچ لیے۔۔۔زرینہ بیگم تب بھی اسے کھوجتی نظروں سے دیکھتی رہیں۔۔۔جو حقیقت تھی وہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔۔۔بہت سوچ کر بھی جب کوئی سرا ان کے ہاتھ نہ لگا تو اس کی پیشانی چوم کر اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔۔۔ایسے حساس موقعوں پر بیٹیوں پہ بے وجہ ہی پیار آنے لگتا ہے۔۔۔انہوں نے تصور کی آنکھ سے علیشہ کو دلہن بنے دیکھا۔۔۔لب پیارا سا مسکرا دیے۔۔۔علیشہ ماں کو بے وجہ مسکراتے دیکھ کر حیران ہوئی۔۔۔اس کے استفسار سے پہلے ہی زرینہ بیگم نے اس کے سامنے مدعا بیان کر دیا۔۔۔علیشہ کا زرد چہرہ سفید سا پڑ گیا۔۔۔اگر کوئی اور وقت ہوتا تو وہ لمحے سے پہلے عزیز کے لیے "ہاں" کر دیتی مگر اب وہ خود کو عزیز کے قابل نہیں سمجھتی تھی۔۔۔فیصلہ تو اسے زوار کے حق میں ہی کرنا تھا۔۔۔لیکن اس ناپسند فیصلے کا اقرار کرنے کے لیے اسے کچھ وقت چاہئے تھا۔۔۔کچھ ہمت چاہئے تھی۔۔۔کچھ آنسو بہانے تھے۔۔۔

انہیں کل صبح تک جواب دینے کا کہہ کر وہ ان کے کمرے سے نکلنے کے بعد بے جان لاش کی طرح بیڈ پر دھپ سے گر گئی۔۔۔آنکھوں کے کناروں سے آنسو لڑیوں کی صورت نکلتے سفید پھولوں والی کالی چادر میں جذب ہوئے جا رہے تھے۔۔۔

تم جیسے گھٹیا انسان سے شادی کرنے کے بعد مجھے نجانے کیا کیا سہنا پڑے گا زوار واسطی۔۔۔میری مجبوری کو میری کمزوری مت سمجھنا۔۔۔

اسے خود پر ترس آیا۔۔۔بڑبڑا کر رہ گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆

نکاح کی تقریب دادی کی خواہش پر ان کے چھوٹے سے گھر میں ہی منعقد ہوئی تھی۔۔۔ چند قریبی محلے دار اور عزیز و اقارب تقریب میں شامل تھے۔۔۔زوار کی واپسی کی وجہ سے شادی جلدی کرنی پڑی تھی اور اتنی جلدی وہ لوگ دھوم دھام سے شادی کرنا افورڈ نہیں کر سکتے تھے جبھی مجبوراً تقریب بہت سادہ رکھی گئی تھی۔۔۔ولیمہ البتہ زوار فائیو اسٹار ہوٹل میں دھوم دھام سے کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔۔۔

تقریب میں شامل ہر فرد کی زبان پر علیشہ کی خوش قسمتی کا ترانہ تھا جبکہ وہ خود اپنی بد قسمتی پر دل ہی دل میں خون کے آنسو رو رہی تھی۔۔۔ایک شخص جو اپنی نفس کا غلام تھا۔۔۔ تنہائی میں خود پر ذرا اختیار نہ رکھ سکا تھا۔۔۔وہ نجانے اسے بے آبرو کرنے سے پہلے بھی کیا کیا کر چکا ہو گا اور آگے بھی کیا کیا کرنے والا ہو گا۔۔۔زوار جیسے شخص کے ساتھ ساری زندگی گزارنے کا خیال ہی اذیت ناک تھا۔۔۔ وہ اندر ہی اندر کرلا رہی تھی جب رخسار وریشہ اور ایک دو اور کزنز اسے باہر لے جانے چلی آئیں۔۔۔

نکاح ہو چکا تھا۔۔۔ کھانا تناول کیا جا چکا تھا۔۔۔اب بس دلہا دلہن کی ایک ساتھ کچھ تصاویر اور ویڈیو بنانی تھیں۔۔۔ پھر رخصتی۔۔۔

اسے دائیں بائیں سے سہارا دیے وہ سب اسے کمرے سے نکال کر دادی کے کمرے میں لائی تھیں۔۔۔ دادی کا کمرہ گھر کا سب سے کشادہ حصہ تھا جہاں دادی کے سنگل بیڈ اور صندوق کے علاوہ گھر کا آدھے سے زیادہ سامان بھی سمایا ہوا تھا۔۔۔ یہ کمرہ بیک وقت ٹیوی لاؤنج۔۔۔ڈائننگ روم اور ڈرائنگ روم بھی تھا۔۔۔ اور اس وقت چھوٹے سے شادی ہال کا منظر پیش کر رہا تھا۔۔۔اسے سج سج چلے آتے دیکھ کر زرینہ بیگم نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا یخ ہاتھ تھام لیا تھا۔۔۔علیشہ کو ماں کے مہربان لمس کی شدید ضرورت تھی۔۔۔ان کے قریب آنے پر وہ اس تمام عرصے میں پہلی بار زرا سا مسکرائی۔۔۔ عین سامنے صوفے پر سیاہ ڈیزائنر شیروانی زیب تن کیئے بادشاہ کی سی شان سے بیٹھے زوار نے گہری نظروں سے اس کا سر تا پا جائزہ لیا تھا۔۔۔اس کا میک اپ۔۔۔ عروسی لباس۔۔۔ دیدہ زیب زیورات۔۔۔ ہر چیز اپنی قیمت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔۔۔شادی جس بھی وجہ سے ہوئی تھی۔۔۔ لیکن ہو تو گئی تھی نا۔۔۔ سو زوار نے علیشہ کی ہر چیز پر پیسہ پانی کی طرح بہایا تھا۔۔۔اور اب وہ ان قیمتی چیزوں سے سجی بنی ہر چیز سے بڑھ کر قیمتی لگ رہی تھی۔۔۔زوار نے رسمِ دنیا کا لحاظ کرتے ہوئے اٹھ کر علیشہ کا استقبال کیا تھا۔۔۔ماں کے نرم گرم ہاتھ سے نکل کر جب اس کا حنائی ہاتھ زوار کے یخ آہنی ہاتھ کی قید میں آیا تو وہ مضطرب سی ہو کر چہرہ موڑ گئی۔۔۔زوار نے اس کے چہرہ موڑنے پر اس کے ہاتھ پر گرفت اس قدر سخت کر دی کہ علیشہ اپنی بے ساختہ چیخ بمشکل ہی دبا پائی تھی۔۔۔

وحشی۔۔۔۔

زوار کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے وہ اتنا اونچا بڑبڑائی تھی کہ زوار سن سکے۔۔۔۔

ایک سخت نظر اس پہ ڈال کر جواب ادھار رکھتا وہ اب ناگوار نظروں سے قریب آتیں ستارہ بیگم اور عزیز کو دیکھ رہا تھا۔۔۔اس نے بغور عزیز کے چہرے کو دیکھا۔۔۔ وہاں ایک سادہ سی مسکراہٹ تھی اور بس۔۔۔ پھر بھی زوار بے چین ہوا تھا اس کی آمد سے۔۔۔ گردن ترچھی کر کے علیشہ کو دیکھا جو ستارہ بیگم سے پیار لے رہی تھی۔۔۔اسے پیار کا یہ مظاہرہ ایک آنکھ نہیں بھایا۔۔۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔۔۔ چاند سورج کی جوڑی لگ رہی ہے۔۔۔ اللہ یہ جوڑی سلامت رکھے آمین۔۔۔ خواہش تو میری بہت تھی اس چاند کو اپنے آنگن میں اتارنے کی لیکن خیر۔۔۔ نصیبوں کے کھیل ہیں یہ تو۔۔۔

ستارہ بیگم تو سادگی سے کہہ رہی تھیں۔۔۔ان کی کوئی غلط نیت نہ تھی لیکن زوار نے انہیں تپتی نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔ پھر مبارک باد دیتے عزیز کو دیکھا۔۔۔ پھر علیشہ کو۔۔۔ پھر عزیز کو۔۔۔ پھر علیشہ کو۔۔۔ وہ چاہتا تھا عزیز جلد از جلد یہاں سے چلا جائے۔۔۔اس سے پہلے وہ تمام اخلاقیات بھلا

کر عزیز کو وہاں سے جانے کو کہتا۔۔۔ وہ لوگ خود ہی انہیں دعائیں دیتے ہوئے چلے گئے۔۔۔ زوار کے نقوش تب بھی تنے ہی رہے۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ جب سجے سجائے کمرے میں داخل ہوا تو توقع کے مطابق علیشہ کو سیج پر اپنا منتظر نہ پایا۔۔۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تمام جویلری سے جان چھڑانے اب میک اپ صاف کر رہی تھی۔۔۔ جدید تراش خراش سے مزین مہرون دوپٹا سینے پر پھیلا رکھا تھا۔۔۔ شفاف آئینے میں اس نے زوار کا بھرپور وجود چونک کر دیکھا پھر دوبارہ اپنے کام میں مگن ہو گئی۔۔۔ مگر اس بار اس کے ہاتھوں میں محسوس کن کپکپاہٹ تھی۔۔۔ بیٹھی تو وہ بڑی ٹھس کر کے تھی۔۔۔ سوچا تھا زوار کو مکمل اگنور کریگی۔۔۔ پر اعتماد رہیگی۔۔۔ پر زوار کو اپنے قریب دیکھ کے اس کے تمام ارادے ہوا ہو گئے تھے۔۔۔

ڈر لگ رہا ہے۔۔۔؟

وہ اسکی کپکپاہٹ پہ چوٹ کرتا طنزیہ مسکرایا۔۔۔ جھک کر اپنی ٹھوڑی اس کے کندھے پر ٹکا دی اور گہری سانس بھر کر اس کے وجود سے اٹھتی خوشبوؤں کو اپنے اندر اتارا۔۔۔

ظاہر ہے۔۔۔ایک وحشی حیوان میرے قریب ہے۔۔۔ڈر تو لگے گا۔۔۔

اس سے نظریں ملائے بغیر علیشہ مضبوط لہجے میں بولی۔۔۔

زوار نے اپنی خمار سے بند ہوتی آنکھوں کو پٹ سے کھولا اور اگلے ہی پل جارحانہ انداز میں علیشہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے مقابل کیا۔۔۔علیشہ کا پانچ فٹ پانچ انچ کا قد اس چھ فٹ سے نکلتے شخص کے آگے بہت بوٹا لگ رہا تھا۔۔۔زوار نے اسے دونوں بازوؤں سے جکڑ کر اونچا کیا تھا۔۔۔علیشہ کے پیر ایڑھیوں کی طرف سے اوپر کو اٹھ گئے۔۔۔زوار کا چہرہ اس کے چہرے کے اتنے نزدیک تھا کہ وہ باآسانی اس کی گرم سانسوں کو اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔۔۔اس کی سانسوں میں سگریٹ کی بو بھی شامل تھی مگر اس وقت علیشہ کے لیے یہ چیز کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔۔۔زوار کے جارحانہ انداز اور آہنی گرفت نے اس کا دماغ ماؤف کر دیا تھا۔۔۔بولتی بند کر دی تھی۔۔۔

زوار کچھ پل اس کی آنکھوں سے جھانکتے خوف کو دیکھتا رہا پھر ایک دم سر پیچھے کو گرا کے قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔۔۔علیشہ کو اس وقت وہ کوئی پاگل لگا۔۔۔

تم تو یوں ڈر رہی ہو جیسے میرا لمس نیا ہو تمہارے لیے۔۔۔۔ کم آن ہنی۔۔۔۔ بی بریو۔۔۔۔ چیخ پکار اس رات بہت مچ گئی تھی۔۔۔۔ آج کی نائٹ ہم انجوائے کرتے گزارتے ہیں۔۔۔۔ کم۔۔۔۔

انتہائی عامیانہ الفاظ کہتے ہوئے وہ علیشہ کو اہانت کی گہرائیوں میں اتار گیا تھا۔۔۔۔ جب زوار نے اس کے بازو چھوڑ کر ہاتھ تھامتے ہوئے بیڈ کی طرف قدم بڑھائے تب ہوش میں لوٹتی علیشہ نے پوری قوت سے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔۔۔۔ زوار کی گرفت ہاتھ پر بہت نرم تھی۔۔۔۔ اس کا ہاتھ باآسانی پیچھے ہوا تھا۔۔۔۔

آپ کتنے گھٹیا انسان ہیں۔۔۔۔ اپنے گناہ کو گناہ نہیں مانتے۔۔۔۔ ایک پل کو نادم نہیں دیکھا میں نے آپ کو۔۔۔۔ ایک لفظ معزرت کا نہیں کہا آپ نے مجھ سے۔۔۔۔ اس گناہ کو آپ بس ایک غلطی سمجھتے ہیں جسے دنیا سے چھپانے کے لیے آپ نے مجھ سے نکاح کر لیا۔۔۔۔ آپ سمجھتے ہیں نکاح کرنے سے آپ کے نامہ اعمال سے بھی وہ گناہ دھل جائیگا۔۔۔۔؟

وہ بولتے بولتے رکی۔۔۔۔ حلق خشک ہو گیا تھا سو کھانسی۔۔۔۔ پھر اسی ٹون میں دوبارہ شروع ہو گئی۔۔۔۔

اب جب آپ نے مجھ سے نکاح کر کے مجھ پر عظیم "احسان" کر ہی دیا ہے تو مجھ سے بیوی کی طرح ہی بیہیو کریں۔۔۔۔ نکاح کیا ہے آپ نے مجھ سے۔۔۔۔ نکاح کے اس پاک رشتے کے تقدس کا خیال رکھیں۔۔۔۔ خرید کے نہیں لائے جو جیسا چاہینگے ویسا کرینگے۔۔۔۔ آئندہ مجھ سے اس گھٹیا لہجے میں بات کرنے کی غلطی مت کیجیئے گا۔۔۔۔ بیوی ہوں بیوی سمجھیں۔۔۔۔ عزت کرنا سیکھیں اس رشتے کی بھی اور میری بھی۔۔۔۔

تو بیوی کی طرح ہی تو بیہیو کر رہا ہوں۔۔۔۔

اس کی بات کے درمیان ہی ساری باتوں میں اپنے مطلب کی بات کا جواب دیتے ہوئے زوار ڈھٹائی سے بولا۔۔۔۔ علیشہ کی تمام تقریر اس نے سینے پر بازو لپیٹ کر کسی من پسند دھن کی طرح سنی تھی۔۔۔۔

علیشہ چپ سی ہو کر بے بسی سے اسے تکنے لگی۔۔۔۔ آنکھوں میں جمع پانی بھل بھل بہہ نکلا۔۔۔۔ وہ ڈھیٹوں کا سردار تھا۔۔۔۔ اسے کچھ بھی سمجھانا دیوار سے سر پھوڑنے جیسا تھا۔۔۔۔

یہ سب بیوی کے ساتھ ہی تو کرتے ہیں نا۔۔۔۔

معصومیت تو جیسے ختم تھی اس پر۔۔۔۔علیشہ نے جھنجھلا کر ڈریسنگ روم کا رخ کیا تھا مگر زوار نے اسے کمر سے تھام کر اس کی پشت اپنے سینے سے لگالی اور اس کے بالوں میں اپنا چہرہ چھپالیا۔۔۔علیشہ کی سانس سینے میں اٹک کر رہ گئی۔۔۔

برق کیا ہے عکسِ بدن نے تیرے ہمیں اے تنگ قبا۔۔۔

تیرے بدن پہ جتنے تل ہیں سارے ہم کو یاد ہوئے۔۔۔۔

زوار کی بھاری مدہوش آواز کمرے میں گونجی تھی۔۔۔علیشہ کے ہر ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔۔۔وہ اس کی نرم مگر مضبوط گرفت میں پھڑ پھڑا کے رہ گئی۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

کل ولیمہ نمٹا کر آج نفیسہ بیگم اور زوار لندن کے لیے روانہ ہو رہے تھے۔۔۔علیشہ کے کاغذات کا کام مکمل ہونے تک اسے پاکستان ہی رہنا تھا۔۔۔وہ پوش علاقے میں بنی زوار کی کوٹھی میں رہے گی یا اپنے گھر۔۔۔اس کا فیصلہ زوار نے اسے کرنے کا حق دیا تھا اور ظاہر تھا وہ نوکروں کے رحم و کرم پر تنہا اس

محل میں کبھی نہیں رہنے والی تھی سو آج وہ بھی اپنے گھر جانے کی تیاری میں مگن تھی۔۔۔۔زوار نے ملازم سے پہلے ہی اپنے بیگ پیک کروا لیے تھے جبکہ علیشہ اپنا یہ کام خود ہی نمٹانا چاہتی تھی اور اس وقت اسی کام میں مصروف تھی۔۔۔۔بیڈ پر اس کے کپڑے بکھرے پڑے تھے جنہیں وہ طے کر کے بیگ میں سیٹ کر رہی تھی۔۔۔۔بیڈ کے دوسری طرف زوار کہنی کے بل لیٹا ادھ کھلی غلافی آنکھوں سے اسے تک رہا تھا۔۔۔۔اس کے سامنے کانچ کا نازک ایش ٹرے رکھا تھا اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں سگریٹ دبی تھی جس کا کش لگا کر دھواں وہ علیشہ کے چہرے پر تب تب چھوڑتا جب جب وہ کپڑے اٹھانے کے لیے زرا سی جھکتی تھی۔۔۔۔علیشہ کو دھواں منہ پہ پڑتا برا تو محسوس ہو رہا تھا مگر شاید اس کا تمام دھیان کپڑوں کی طرف تھا اور اب تک وہ زوار کی شرارت سمجھ نہیں پائی تھی جبھی تو خاموش تھی۔۔۔۔ورنہ بیوی کے حقوق پر لمبا لیکچر ضرور دیتی جو شادی کے ان چند دنوں میں وہ اس کی ہر شرارت یا بدتمیزی پر دیا کرتی تھی اور وہ لیکچر زوار کے سر سے گزر جایا کرتا تھا۔۔۔۔

عاشی۔۔۔۔

زوار کی پکار پر علیشہ نے بس ایک پل کو سر اٹھایا تھا۔۔۔۔

یہاں آؤ۔۔۔۔

اس کے اشارے پر وہ کچھ پل جانچتی نظروں سے اسے تکنے کے بعد بیزار سی بیڈ کی طرف سے گھوم کر اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔۔۔ ہاتھ سینے پر باندھ لیے۔۔۔ چہرہ سنجیدہ رکھا۔۔۔

زوار نے فوراً ہی اسے کہنی سے پکڑ کر جھٹکے سے خود پر گرا لیا۔۔۔ لمحہ بھر کو حواس باختہ ہونے کے بعد علیشہ نے تپ کر اسے دیکھا تو وہ دلکشی سے ہنس دیا۔۔۔ ہنستے ہنستے ایک دم سنجیدہ ہوا اور اس کے چہرے کا بغور جائزہ لینے لگا۔۔۔ علیشہ کو اس کا ذہنی توازن درست معلوم نہ ہوا۔۔۔ وہ بھی الجھن بھری نظروں سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔۔۔

میں جا رہا ہوں۔۔۔ نجانے کب آؤں۔۔۔ ہو سکتا ہے دغا دے جاؤں اور واپس ہی نہ آؤں۔۔۔ آج تو تمہیں بڑا خوش نظر آنا چاہیے تھا مگر تم آج بھی گم صم ہو۔۔۔ کہیں۔۔۔ کہیں پیار ویار تو نہیں ہو گیا مجھ سے۔۔۔؟ میرے جانے سے اداس تو نہیں ہو۔۔۔؟ کیا یاد کرو گی مجھے۔۔۔؟

آپ نے جو گھاؤ میری روح کو لگایا ہے۔۔۔ اس کی تکلیف مجھے کبھی پہلے کی طرح ہنسنے مسکرانے نہیں دیگی۔۔۔ چاہے میرا دل کتنا ہی مسرور کیوں نہ ہو۔۔۔ اور رہی بات یاد کرنے کی تو برے وقت کو یاد کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔۔۔

میٹھے سے لہجے میں زہریلے الفاظ کہتی وہ زوار کو زہر سے زیادہ زہر لگی۔۔۔۔بے اختیار ہی اس نے جلتی سگریٹ اس کے کندھے پہ مسلی تھی۔۔۔۔علیشہ تڑپ کر اٹھی تھی۔۔۔۔اس کی چیخ میں اذیت ہی اذیت تھی۔۔۔۔بیڈ سے اتر کر وہ دوڑتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکی اور پلٹ کر کندھے کی طرف کا جائزہ لینے لگی۔۔۔۔کندھے کی طرف سے قمیض پر بڑا سا جلا ہوا نشان بن چکا تھا۔۔۔۔اسے انتہا کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔۔۔۔آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔۔۔۔انہی ڈبڈبائی نظروں سے اس نے زوار کو دیکھا تو وہ شانے اچکا کر مسکرا دیا۔۔۔۔

اب یہ برا وقت تم نہیں بھی چاہو گی تمہیں تب بھی یاد آئے گا۔۔۔۔

آپ کیوں چاہتے ہیں میں آپ کو یاد کروں۔۔۔۔؟

وہ بھڑک اٹھی۔۔۔۔

کیوں۔۔۔۔؟کیونکہ میں تمہارا شوہر ہوں۔۔۔۔تمہیں مجھے ہی یاد کرنا چاہیئے نہ کہ اپنے عزیز کو۔۔۔۔

اوہ خدا۔۔۔ عزیز بھائی کا کیا ذکر۔۔۔؟آپ ہر معاملے میں عزیز بھائی کو بیچ میں کیوں لے آتے ہیں۔۔۔؟

وہ سخت عاجز آ گئی تھی زوار کی عجیب و غریب باتیں سن کر۔۔۔ عزیز کے ذکر کے بغیر تو زوار اور اسکی کوئی گفتگو مکمل ہوتی ہی نہیں تھی۔۔۔

بھائی۔۔۔؟؟؟

زوار تعجب سے بڑبڑایا۔۔۔ پھر سر پیچھے گرا کر قہقہ لگا کر ہنس دیا۔۔۔

یہ تم دیسی لڑکیاں بھی کمال ہوتی ہو۔۔۔ کبھی بھیا تو کبھی سیاں۔۔۔

کوئی حد ہوتی ہے گھٹیا پن کی۔۔۔

تکلیف اور جھنجھلاہٹ کی انتہا کو پہنچی علیشہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی اور بیڈ پر بکھرے کپڑوں میں سے ایک لباس اٹھا کر ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔۔۔

پیچھے زوار ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو کچھ دیر گھورنے کے بعد بیڈ سے اٹھا اور بیگ میں رکھے جانے والے علیشہ کے تمام طے شدہ کپڑے اٹھا کر زمین پر پھینکنے کے بعد ڈبی سے دوسری سگریٹ نکال کر سلگاتا کمرے سے نکل گیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

اپنا گھر۔۔۔ وہی پیار بھرے رشتے۔۔۔ وہی بے تکلفی۔۔۔ لمبی سی سانس اندر کو کھینچ کر علیشہ نے کافی کا کپ لبوں سے لگا لیا۔۔۔ کتنا دلکش تھا سب کچھ۔۔۔ اس نے پیار بھری نظریں کمرے میں دوڑائیں۔۔۔ تین دن پہلے وہ اپنے گھر واپس آئی تھی۔۔۔ پہلے دن کسی نے اسے ایک کام کو بھی چھونے نہ دیا۔۔۔ سب کا خیال تھا اب وہ پرائی تھی۔۔۔ گھر میں مہمان بن کر آئی تھی۔۔۔ مہمانوں کی طرح ہی اسے ہر ذمے داری سے آزاد قرار دیا گیا تھا مگر علیشہ نے ضد کر کے گھر کی پہلی سی ذمے داریاں نبھانی شروع کر دی تھیں۔۔۔ کب تک مہمان بن کر اپنے ہی گھر میں رہ سکتی تھی وہ۔۔۔ نجانے پیا دیس کب جانا تھا۔۔۔ جانا بھی تھا یا نہیں جانا تھا۔۔۔ زوار کی طرف سے اسے کوئی اچھی امید نہیں تھی۔۔۔

زوار کا خیال آتے ہی اسے اپنے کندھے میں جلن محسوس ہونے لگی۔۔۔

سسس۔۔۔ پاگل ہیں بالکل۔۔۔ پڑھ لکھ کر بھی جاہل ہی رہے۔۔۔ کوئی تک تھی اس حرکت کی۔۔۔

وہ دل ہی دل میں بہت دیر تک تلملاتی رہی۔۔۔ اچانک ہی اس کے فون کا اسکرین جگمگایا اور کان پھاڑتی رنگ ٹون پورے کمرے میں گونجتی پہلو میں سوئی وریشہ کو بھی ڈسٹرب کر گئی۔۔۔ اس نے منہ بنا کر مندی مندی سوالیہ آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

سو سوری۔۔۔ زوار کا فون ہے۔۔۔ سو جاؤ تم۔۔۔

وہ گڑبڑا کے فون اٹھا کر اسے بتانے لگی۔۔۔ وریشہ نے نیند میں ہونے کی وجہ سے اس کے انداز پر غور نہیں کیا تھا مگر علیشہ نے خود بہت اچھی طرح اپنے لہجے کی حیرت کو محسوس کیا تھا۔۔۔ وہ واقعی حیران تھی۔۔۔ لندن جانے کے بعد زوار نے پہلی بار اسے کال کی تھی۔۔۔ پہلی فرصت میں اس نے فون سائیلنٹ پر لگایا تھا۔۔۔ خشک لبوں کو زبان سے تر کرتے ہوئے وہ جلدی سے اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔۔۔ موسم سرما اپنے عروج پر تھا۔۔۔ رات انتہائی سرد تھی۔۔۔ خون جسم میں جما جا رہا تھا۔۔۔ گرم بستر سے نکلنے کی وجہ سے سردی کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ اس نے چولہا جلا لیا اور سلیب پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔۔۔ کافی کا ادھ بھرا کپ سائڈ رکھ لیا۔۔۔ ایک پل خود کو ہمت دینے میں لگایا اور دوسرے ہی پل اس نے کال رسیو کر ڈالی۔۔۔

السلام علیکم۔۔۔۔

وعلیکم سلام۔۔۔۔ کیا سو رہی تھیں۔۔۔۔

نجانے لندن میں کیا وقت تھا۔۔۔۔ زوار کی آواز فریش تھی۔۔۔۔

نہیں تو۔۔۔۔

تو کال رسیو کرنے میں اتنی دیر کیوں لگائی۔۔۔۔

وہ فوراً تپا تھا۔۔۔۔

یہ کوئی وقت ہے کال کرنے کا۔۔۔۔ سب سو رہے ہیں۔۔۔۔ چھوٹا سا تو گھر ہے۔۔۔۔ فون کی آواز پورے گھر میں گونجی ہے۔۔۔۔ سب کی نیند ڈسٹرب ہوئی ہو گی۔۔۔۔ کبھی کال کرنی ہو تو ڈھنگ کے وقت کیا کریں۔۔۔۔

نہ چاہتے ہوئے بھی علیشہ کا لہجہ اس کے ساتھ روکھا ہی رہا تھا۔۔۔

جدائی کی آگ میں جلتے میاں بیوی کے لیے کال پر بات کرنے کا اس سے بہتر اور کوئی وقت نہیں ہو سکتا۔۔۔

وہ معنی خیزی سے بولا۔۔۔ علیشہ کے گال تپ اٹھے۔۔۔

اور دوسری بات۔۔۔ اگر ایسے ہی مسئلے ہیں تائی کے گھر۔۔۔ تو اپنے گھر جا کر رہو نا۔۔۔ میری جب مرضی ہو گی میں کال کرونگا۔۔۔

اچھا۔۔۔ تو پھر میری بھی جب مرضی ہو گی تبھی کال ریسو کرونگی۔۔۔

وہ بھی علیشہ تھی۔۔۔ خود تپتی تھی تو اسے بھی لازمی تپاتی تھی۔۔۔

میں لینڈلائن نمبر پہ کال کرونگا۔۔۔ اور کرتا ہی رہونگا۔۔۔ جب تک تم بات نہیں کروگی۔۔۔

اس کی آواز سے لگا وہ مسکرا رہا ہو۔۔۔۔

علیشہ دہل سی گئی۔۔۔ وہ جیسا خودسر تھا۔۔۔ ایسا کر بھی سکتا تھا۔۔۔ عزت سے کال اٹھا لینے میں ہی عافیت تھی۔۔۔

خیر۔۔۔ آپ نے کال کیوں کی تھی۔۔۔؟

یونہی۔۔۔ میں ویڈیو کال کر رہا ہوں۔۔۔۔

حکمیہ لہجے میں اسے بتاتے وہ کال کاٹ چکا تھا اور اب ویڈیو کال آ رہی تھی۔۔۔ علیشہ بے چارگی سے فون کے اسکرین کو گھورتی رہی۔۔۔ دل نہیں چاہا کال ریسو کرے لیکن اس سے کچھ بعید نہیں تھا وہ کب کیا کر ڈالے۔۔۔ سلیب سے اتر کر چولہا بند کر کے وہ صحن میں چلی آئی۔۔۔ کچن کے برابر میں ہی دادی کا کمرہ تھا۔۔۔ اور ان کی نیند بہت کچی تھی۔۔۔ ان کے ڈسٹرب ہونے کے خیال سے وہ صحن میں آئی تھی۔۔۔

چھت کو جانے والی سیڑھیوں پر بیٹھ کر اس نے غیر ارادی طور پر الجھے سے جوڑے میں قید بالوں کو کھول کر انگلیوں سے سنوارا اور سردی سے سفید پڑتے لب تر کر کے کال ریسو کر لی۔۔۔ سامنے زوار کا خوبرو چہرہ روشن تھا۔۔۔ وہ شاید آفس میں تھا۔۔۔ تھکا ہوا سا لگ رہا تھا۔۔۔ آنکھوں کے گہرے حلقے واضح تھے۔۔۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی تھی اور شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ کر رکھی تھیں۔۔۔

میں یقین سے کہہ سکتا ہوں۔۔۔ تم نے ابھی ابھی اپنے بالوں کو کھولا ہے۔۔۔ تمہیں یہ خیال بھی آیا تھا کہ لپسٹک بھی لگا لی جائے لیکن "اوور ہو جائے گا" سوچ کر چھوڑ دیا۔۔۔ رائٹ۔۔۔؟

وہ اتنے پر یقین لہجے میں کہہ رہا تھا کہ علیشہ سے فوری طور پر اسے جھٹلایا بھی نہ گیا۔۔۔

لپسٹک کا خیال بھی اسے واقعی آیا تھا لیکن اس نے اس خیال کو "کس خوشی میں" سوچ کر رد کیا تھا۔۔۔

اوہ مائے گاڈ۔۔۔ اپنا چہرہ تو دیکھو۔۔۔ چوری پکڑے جانے پر اتنا سا ہو گیا ہے۔۔۔

زوار نے چٹکی کی صورت انگوٹھے اور انگلی کو ملا کر دکھایا۔۔۔

علیشہ استہزاء سے ہنسی۔۔۔ اب کسی طرح تو اپنی خفت چھپانی تھی۔۔۔

ویسے آپ کو بڑی خبر ہے لڑکیوں کے انداز و اطوار کی۔۔۔؟ کیوں نہیں ہو گی۔۔۔ کتنی گرل فرینڈز ہو نگی نا آپ کی۔۔۔ وہاں کا تو ماحول بھی آزاد ہے۔۔۔ کسی سے کچھ چھپانے کے لیے نکاح کا طوق بھی گلے میں نہیں ڈالنا پڑتا ہو گا۔۔۔

علیشہ کے ناگواری سے کہنے پر زوار فقط ہنسا تھا۔۔۔ اس کی گرل فرینڈ تھیں مگر جیسے تعلقات علیشہ سمجھ رہی تھی وہ اس حد تک کبھی نہیں بڑھا تھا۔۔۔ لیکن اس نے وضاحت نہیں دی۔۔۔ جانتا تھا دنیا کا کوئی بھی انسان اس کی شرافت پر ایمان لا سکتا تھا مگر علیشہ محمود نہیں۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔

رات بہت ہو گئی ہے اور سردی بھی بڑھ گئی ہے۔۔۔ مجھ سے باہر نہیں بیٹھا جا رہا اور اندر بیٹھ نہیں سکتی۔۔۔ آپ کی اور میری آوازوں سے سب ڈسٹرب ہو نگے۔۔۔ میں اب کال کاٹ رہی ہوں۔۔۔

اس پر طنز کے تیر برسا کر وہ نرمی سے بولی۔۔۔ مبادا وہ ضد میں نہ آ جائے۔۔۔

ٹھیک ہے لیکن۔۔۔ میں روز رات کو کال کرونگا سومت جانا۔۔۔انتظار کرنا۔۔۔ روز مطالب روز۔۔۔ بعد میں بہانے نہ بناؤ کہ سو گئی تھی۔۔۔سائیلنٹ پہ تھا فون۔۔۔ بلا بلا۔۔۔

روز۔۔۔؟ روز ہم کیا بات کرینگے۔۔۔؟

جو کر نہیں سکتے وہ بات کرینگے۔۔۔

وہ زوار کی ذو معنی بات کا مطلب کبھی نہ سمجھ پاتی اگر اس نے شرارت سے مسکراتے ہوئے بائیں آنکھ نہ دبائی ہوتی۔۔۔ایک پل کو دنگ ہونے کے بعد علیشہ نے تیزی سے کال کٹ کر کے کمرے کا رخ کیا تھا۔۔۔ چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ ہو چکا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆

اگلی شب وہ رات کے ڈھائی بجے تک انتظار کرتی رہی لیکن زوار کی کال نہ آئی۔۔۔اس کا خون کھولنے لگا۔۔۔ وہ کون ہوتا تھا اسے انتظار کی سولی پر لٹکانے والا۔۔۔؟اور وہ کیوں لٹکی تھی آخر۔۔۔؟اسے خود پر زوار سے بڑھ کر غصہ آیا۔۔۔ موبائل سائیلنٹ پہ لگا کر اس نے سر تکیے پر گرا لیا۔۔۔ وہ

سویرے اٹھنے اور سویرے سونے کی عادی تھی۔۔۔اتنی دیر جاگنے سے سر بھاری ہو گیا تھا۔۔۔جو نہی اس نے سر تکیے پر گرایا۔۔۔وہ گہری نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆

صبح آنکھ ذرا دیر سے کھلی تھی۔۔۔اٹھتے ساتھ ہی اس نے غیر ارادی طور پر فون کا جائزہ لیا۔۔۔وہاں زوار کا صرف ایک پیغام موجود تھا۔۔۔

جاگی تو نہیں ہو گی تم۔۔۔؟آگے جاگنا بھی مت۔۔۔کافی کام بڑھ گیا ہے۔۔۔میں ڈیلی کال نہیں کر سکوں گا۔۔۔زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔جب جب کرونگا سارے حساب بیباک کرونگا۔۔۔

آخری لائن یقیناً اسے چڑانے کی نیت سے لکھی گئی تھی۔۔۔اور وہ چڑ بھی گئی تھی۔۔۔

فون دوبارہ تکیے کے نزدیک رکھ کر وہ پھر سے لیٹ گئی۔۔۔طبیعت بوجھل سی ہو رہی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

زوار نے پورے مہینے میں تین چار بار ہی اس سے رابطہ کیا تھا۔۔۔اور اپنے کہے کے مطابق گھنٹے بھر کی اس کال میں اگلی پچھلی تمام کسر نکال ڈالی تھی۔۔۔علیشہ کا کبھی غصے تو کبھی حیا سے حال برا ہو جاتا تھا۔۔۔وہ بیباک بھی بہت تھا اور موڈی بھی۔۔۔وہ گھنٹے بھر کی کال میں کئی لہجے بدلتا تھا۔۔۔علیشہ اس کا مزاج سمجھنے سے قاصر تھی۔۔۔ہاں اتنا تھا کہ وہ سمجھوتا کر لیتی تھی۔۔۔اس کے انداز کے ساتھ انداز بدل لیتی تھی۔۔۔اور زوار اس چیز سے مطمئن رہتا تھا۔۔۔

گھر کے دیگر افراد سے اس نے کبھی بات کرنے کی خواہش نہیں کی تھی۔۔۔علیشہ کہتی بھی۔۔۔ دادی کی افسردگی کا حوالہ دیتی مگر وہ بیزاری سے بات بدل جاتا۔۔۔

دادی دل مسوس کے رہ گئی تھیں مگر پرامید بھی تھیں۔۔۔کبھی تو وہ بچپن کی طرح ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹے گا۔۔۔اپنے بالوں میں انہیں انگلیاں چلانے کو کہے گا۔۔۔رہیں زرینہ بیگم۔۔۔تو انہیں زوار کی بے نیازی کھلتی تو تھی مگر وہ یہ دیکھ کر مطمئن تھیں کہ زوار علیشہ کو بھولے نہیں بیٹھا تھا۔۔۔اس جیسا بد دماغ شخص یہ بھی کرتا تھا تو بہت کرتا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆

رپورٹس اس کی گود میں کھلی رکھی تھیں جس میں درج وہ خبر نجانے خوش کن تھی یا اسکی عزت پر تازیانہ تھی۔۔۔ زوار کے جانے کے کچھ ہفتوں بعد ہی اسے خود میں تبدیلیاں محسوس ہونی شروع ہو گئی تھیں۔۔۔ جب زرینہ بیگم اور دادی نے بھی اس کی حالت میں غیر معمولی پن محسوس کیا تو اپنے شبے کو یقین میں بدلنے کی خواہش لیے اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے جہاں ان کے شک کی تصدیق کر دی گئی تھی۔۔۔ اس کے وجود میں ایک دوسرا وجود بھی سانس لے رہا ہے۔۔۔

گھر کی پہلی خوشی تھی۔۔۔ سب دیوانے سے ہو رہے تھے۔۔۔ اور وہ خود اپنے کمرے میں ان رپورٹس کو خالی خالی نظروں سے تک رہی تھی۔۔۔ اس کا دماغ بالکل بلینک تھا۔۔۔ طبیعت عجیب ہو رہی تھی۔۔۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اس خبر کو لے کر کیا تاثرات دے۔۔۔ بظاہر تو وہ سب سے مسکرا مسکرا کر مبارک باد وصول کر چکی تھی مگر جب اپنے دل کا حال جاننا چاہا تو وہاں سے جواب میں خاموشی کے سوا کچھ نہ ملا۔۔۔

عاشی۔۔۔

زرینہ بیگم پکارتی ہوئی کمرے میں چلی آئیں۔۔۔ اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا اور مسکرا دی۔۔۔

زوار کو دی یہ خوش خبری۔۔۔؟

اممم۔۔۔۔اب جب وہ کال کرینگے تب بتا دونگی۔۔۔۔

لو بھلا یہ کیا بات ہوئی۔۔۔۔جب بھی کیا اسی نے رابطہ کیا۔۔۔۔تم خود کیوں نہیں کر لیتی اسے کال۔۔۔۔؟ چلو فون کرو اسے اور سناؤ یہ خوش خبری۔۔۔۔

قطعی انداز میں حکم دے کر انھوں نے اس کا فون اسے پکڑایا اور اس کی پیشانی چوم کر کمرے سے نکل گئیں۔۔۔۔ان کی ہر ہر ادا ان کی بے پایاں خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔۔۔۔

علیشہ کچھ پل گومگو کی حالت میں بیٹھی رہی پھر اچانک ہی آنکھوں سے ساون برسنا شروع ہو گیا۔۔۔۔ ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑے وہ پوری شدتوں سے رونے لگی۔۔۔۔اسے خود پر اس وقت زرا اختیار نہیں تھا۔۔۔۔آنسو بے موسم برسات کی طرح اچانک ہی برسنے شروع ہو گئے تھے۔۔۔۔اس کے رونے کی اونچی آواز سن کر سب سے پہلے زرینہ بیگم کمرے میں دوڑی آئیں۔۔۔۔ پھر وریشہ۔۔۔۔اور سب سے آخر میں دادی دیوار کے سہارے چلتی ہوئی پہنچیں۔۔۔۔

سب پوچھ پوچھ ہارے پر وہ کچھ نہ بولی۔۔۔ روتی رہی۔۔۔ روتی رہی۔۔۔ اچانک اس کا فون چنگھاڑنے لگا۔۔۔ زرینہ بیگم نے اٹھایا۔۔۔ زوار کی کال تھی۔۔۔ کندھے سے لگی علیشہ کو بتایا تو اس نے عجیب کام کیا۔۔۔ فون ان سے لیا اور پوری قوت سے زمین پر دے مارا۔۔۔ دادی اور زرینہ بیگم ہائیں ہائیں کرتی رہ گئیں۔۔۔ وریشہ کو افسوس ہوا۔۔۔ ملکہ عالیہ نے اتنا مہنگا فون توڑ دیا تھا۔۔۔ اسے ہی دے دیتی۔۔۔

خوب سارا رو لینے کے بعد جب وہ کچھ سنبھل گئی تب کسی کو کوئی وضاحت دیے بغیر سر تا پا کمبل میں گھس گئی۔۔۔ کافی دیر تک وہ سب اسے بولنے پر اکساتی رہیں مگر اسے بالکل ٹھس دیکھ کر بعد میں پوچھ گچھ کا ارادہ کرتیں کمرے سے نکل گئیں۔۔۔ ابھی برامدے میں رکھے تخت پر بیٹھیں وہ تینوں اس کے رویے کے متعلق سوچ ہی رہی تھیں کہ گھر کا فون ٹوں ٹوں کرنے لگا۔۔۔ وریشہ نے اٹھایا۔۔۔ دوسری طرف زوار تھا۔۔۔ علیشہ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔۔۔ اس مغرور شخص کی اپنی بہن کے لیے فکر محسوس کر کے وریشہ کو اپنی بہن کی خوش قسمتی پر ناز ہوا۔۔۔

پتا نہیں اسے کیا ہوا ہے زوار بھائی۔۔۔ اچانک اتنی شدت سے رونے لگی اور اب بالکل چپ چاپ پڑی ہے۔۔۔ آپ کی کال کا سن کر فون بھی توڑ دیا اپنا۔۔۔ آپ سے ناراضگی چل رہی ہے کیا۔۔۔؟

وریشہ نے خدشے کو زبان دے ڈالی۔۔۔

نہیں۔۔۔۔ مجھ سے کیوں ناراضگی ہو گی۔۔۔ فون توڑ دیا اسے نے اپنا۔۔۔؟ اچھا خیر۔۔۔ تم بتاؤ کوئی بات ہوئی تھی کیا۔۔۔؟ کوئی مسئلہ چل رہا ہے گھر میں۔۔۔؟

مسئلہ تو نہیں لیکن ایک خوش خبری ہے۔۔۔ آج ہی پتا چلی ہے۔۔۔

وریشہ نے لہجہ پر اسرار بنایا۔۔۔

کیسی خوش خبری۔۔۔؟

زوار بری طرح چونکا۔۔۔ چھٹی حس کوئی اشارہ دے رہی تھی۔۔۔ اور جب وریشہ نے اس کی چھٹی حس کی تصدیق کر دی تو زوار کا ہاتھ بے اختیار اس کے لبوں پہ آن ٹھہرا۔۔۔ دونوں گالوں کے ڈمپل ایک ساتھ نمایاں ہوئے جو اسکی بے پناہ خوشی کا اظہار تھے۔۔۔

زوار بھائی۔۔؟

دوسری طرف سے لمبی خاموشی پر وریشہ الجھ کر پکار بیٹھی۔۔۔۔

آہاں۔۔۔۔؟ایکچلی۔۔۔۔

اگلے ہی پل زوار کا خوشی سے بھرپور قہقہ گونجا تھا۔۔۔وریشہ کے لب بھی مسکرا دیے۔۔۔۔

مجھے سمجھ نہیں آرہا میں کیا کہوں۔۔۔۔جو کہنا ہے وہ اسی سے کہونگا۔۔۔تم اسے بتاؤ میرا فون آیا ہے۔۔۔۔

لیکن۔۔۔۔جی اچھا۔۔۔۔

وریشہ کچھ کہتے کہتے رہ گئی پھر علیشہ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔

برامدے میں بیٹھیں دادی اور زرینہ بیگم نے بھی آس بھری نظروں سے اس کے کمرے کی طرف دیکھا تھا۔۔۔دادی کے کمرے سے آتی وریشہ کی آوازیں سن کر وہ دونوں مدعا جان گئی تھیں۔۔۔۔

علیشہ۔۔۔۔زوار بھائی کی کال ہے وہ تم سے بات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

چلی جاؤ وریشہ۔۔۔۔خدا کے واسطے اس وقت چلی جاؤ۔۔۔میں شدید ڈپریشن میں ہوں۔۔۔تم چاہتی ہو میں کوئی غلط قدم نہ اٹھاؤں تو فی الفور چلی جاؤ یہاں سے۔۔۔۔

کمبل کے اندر سے آتی علیشہ کی آواز میں اتنا ہیجان تھا کہ وریشہ فوراً کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔فون پر زوار کو اس کی کنڈیشن بتائی تو زوار کو اپنی ساری خوشی غارت ہوتی محسوس ہوئی۔۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔۔۔میں خود ہی اسے ہینڈل کر لوں گا۔۔۔وہاں کسی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔۔۔بس وہ میری چھوٹی سی بات کو دل پر لے بیٹھی ہے۔۔۔۔اوکے۔۔۔؟اب میں فون رکھتا ہوں۔۔۔۔

زوار نے اپنی کہہ کر اسکی سنے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔۔۔وریشہ بھی کمرے سے باہر بھاگی تاکہ دادی اور زرینہ بیگم کو سب بتا سکے۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

رات تک وہ منہ سر لپیٹے پڑی رہی۔۔۔۔ نجانے سو رہی تھی یا بیہوش تھی۔۔۔۔ یا پھر بس بن رہی تھی۔۔۔۔ زرینہ بیگم کو ہول اٹھنے لگے تھے۔۔۔۔ ممکن تھا وہ اگلی صبح اسے تھپڑ رسید کر کے سچ اگلوا لیتیں مگر شکر تھا کہ وہ اگلی صبح معمول سے کچھ دیر سے اٹھی تھی مگر اٹھ گئی تھی۔۔۔۔ الجھے بکھرے بال لیے وہ بستر سے اٹھ کر سیدھی دادی کے کمرے میں آئی۔۔۔۔ صاف ظاہر تھا وہ کل کے رویے پر نادم تھی اور معذرت کے لیے الفاظ تلاش رہی تھی۔۔۔۔ (درحقیقت بہانہ گھڑ رہی تھی)

دادی اور زرینہ بیگم نے مٹر چھیلتے ہوئے خاموش نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔۔۔ وہ اسے خود سے بولنے کا موقعہ دینا چاہتی تھیں۔۔۔۔ وریشہ کالج گئی ہوئی تھی۔۔۔۔

اطراف کا جائزہ لے کر علیشہ نے کچھ کہنے کو لب وا کیے کہ دروازے پر دستک ہونے لگی۔۔۔۔ زرینہ بیگم دوپٹا سر پر ڈالتیں باہر نکل گئیں۔۔۔۔ جب واپس آئیں تب چہرے پر شریر مسکراہٹ تھی۔۔۔۔ ہاتھ میں ایک باکس بھی تھا۔۔۔۔

زوار نے فون بھیجا ہے۔۔۔۔

دادی کو بتاتے ہوئے انہوں نے باکس اسکی طرف بڑھا دیا جو ماں اور دادی کی مسکراتی نظروں سے کنفیوژ ہو رہی تھی۔۔۔۔ باکس لیے وہ کمرے میں چلی آئی۔۔۔۔ کھول کر جائزہ لیا۔۔۔۔ پچھلے فون کی سم اس میں منتقل کر دی۔۔۔۔ وہ فون بھی نیا نکور ہی تھا جو زوار نے اسے پاکستان سے رخصت ہوتے

وقت دلایا تھا۔۔۔ بیچارہ اس کے غصہ کی نظر ہو گیا تھا۔۔۔ وہ خود ہی اپنے رویے پر حیران تھی۔۔۔ وہ اتنا شدید ری ایکشن بھی دے سکتی تھی۔۔۔؟

فون ٹیبل پر دھر کر اس نے الماری سے کپڑے نکالے اور واش روم کا رخ کیا۔۔۔ بھیگے بال ٹاول میں لپیٹے وہ واپس آئی اور بے دم سی بستر پر گر کر تمام حالات کا جائزہ لینے لگی جب رنگ ٹون نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔۔۔ توقع کے مطابق زوار ہی تھا۔۔۔ پانچ منٹ تک فون کو گھورنے کے بعد اس نے کال پک کر ہی لی۔۔۔

یہ کیا طریقہ ہے علیشہ۔۔۔؟ زوار سخت تپا ہوا لگ رہا تھا۔۔۔

کیا۔۔۔؟ کیا طریقہ کونسا طریقہ۔۔۔؟

وہ سادگی سے بولی۔۔۔

بنو نہیں۔۔۔

وہ چنگھاڑا۔۔۔

کیا نہ بنوں۔۔۔؟

وہ پھر سے بنی۔۔۔

اوہ گاڈ۔۔۔ لسن۔۔۔ ویڈیو کال کر رہا ہوں میں۔۔۔

ہر گز نہیں۔۔۔ میں اس وقت آپکی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ اگر آپ نے دھونس دھمکی دی تو میں یہ فون بھی توڑ دونگی۔۔۔ گھر کا فون بھی توڑ دونگی۔۔۔ اور آپ کا سر بھی توڑ دونگی۔۔۔

ضبط کھو کر وہ چیخی۔۔۔

زوار خاموش سا ہو گیا۔۔۔ وہ شاید اسکی ذہنی کنڈیشن کا اندازہ لگا رہا تھا۔۔۔

زوار۔۔۔

علیشہ نے غیر متوقع طور پر اچانک نرمی سے پکارا۔۔۔

ہمم۔۔۔۔؟

وہ زرا حیران ہوا۔۔۔۔

میں۔۔۔۔ یہ بے بی نہیں چاہتی زوار۔۔۔۔

اس نے کس دل سے یہ بات کہی تھی یہ وہی جانتی تھی۔۔۔۔ حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹک گیا تھا۔۔۔۔

وٹ۔۔۔۔؟

زوار اتنی زور سے دہاڑا کہ فون علیشہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرتے گرتے بچا۔۔۔۔ دل اتنی زور سے دھڑکنے لگا جیسے پسلیاں توڑ کے باہر آ جائے گا۔۔۔۔

کیا بکواس کی ہے تم نے۔۔۔۔؟ پھر سے بولو۔۔۔۔ بولو پھر سے علیشہ۔۔۔۔ کیا کہا تم نے۔۔۔۔؟

زوار کی آواز اونچی سے اونچی ترین ہو گئی تھی۔۔۔۔

ممم۔۔۔۔میں۔۔۔۔میں۔۔۔۔

کیا میں میں لگا رہی ہے۔۔۔۔ایک بات اپنے ذہن میں بٹھا لو علیشہ بی بی۔۔۔۔ تم نے ایسا ویسا کوئی بھی قدم اٹھایا نا تو تمہاری چمڑی ادھیڑ دونگا میں۔۔۔۔ وہ حال کرونگا کہ پچھلا حال بھول جاؤ گی۔۔۔۔ تم جیسی فضول لڑکی سے نکاح اور کس لیے کیا تھا میں نے۔۔۔۔؟اسی لیے نا۔۔۔۔؟دوبارہ یہ بکواس کی یا خیال بھی کیا تو علیشہ۔۔۔۔علیشہ بہت بھیانک انجام ہو گا۔۔۔۔

زوار کی آواز میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔۔۔۔ شیر جیسی دہاڑ تھی۔۔۔۔اس کا لہجہ اتنا سنگین تھا کہ علیشہ کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی۔۔۔۔ پھر وہ عملی طور پر نجانے کیا کر جائے۔۔۔۔اس کی سسکیاں بندھ گئیں مگر زوار نے کان نہ دھرے۔۔۔۔

شام کو میرا بندہ سہیل آئے گا تمہیں ہمارے گھر لے جانے کیلئے۔۔۔۔اپنا سامان پیک کر لو۔۔۔۔ میرے آنے تک اب تم وہیں رہو گی۔۔۔۔

اس نے فوراً ہی کوئی پلان ترتیب دے کر اسے حکم دیا۔۔۔۔

نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ مطلب میں۔۔۔ میں اکیلے کیسے رہونگی وہاں۔۔۔؟

وہ اس نئی افتاد پر حواس باختہ ہوئی۔۔۔

اکیلی نہیں ہو۔۔۔ میرے قابل اعتبار ملازم ہیں وہاں۔۔۔ سہیل کی ماں اور بیوی بھی ہے وہاں۔۔۔ اور تم چاہو تو اپنی پوری فیملی کو بھی ساتھ لے جاؤ۔۔۔ لیکن رہو گی تم وہیں۔۔۔ کوئی بحث نہیں۔۔۔ کوئی اعتراض نہیں۔۔۔ میں سہیل کو اجازت دونگا اگر تم کوئی تماشہ لگاؤ تو تمہیں زبردستی ساتھ لے جائے۔۔۔

تحکمانہ لہجے میں کہہ کر اس نے کال بند کر دی۔۔۔ علیشہ تلملاتی جلبلاتی بلبلاتی رہ گئی۔۔۔ لیکن جانا تو اب اسے تھا سو آنسوؤں سے بھیگے چہرے پر پانی کے چھپاکے مار کر کمرے سے باہر نکل آئی اور دادی اور زرینہ بیگم کے سامنے مدعا رکھا۔۔۔ الٹے سیدھے بہانے گھڑے۔۔۔ وجوہات تراشیں۔۔۔ زرینہ بیگم اس حالت میں اسکے تنہا جانے کے خلاف تھیں۔۔۔ وہ خود ساتھ نہیں جا سکتی تھیں۔۔۔ صبح اسکول کے علاوہ وہ شام کو ٹیوشن بھی پڑھاتی تھیں۔۔۔ بچوں کی پڑھائی کا حرج ہو جاتا ان کی غیر حاضری سے۔۔۔ خوب سوچ بچار کے بعد فیصلہ ہوا علیشہ کے ساتھ دادی جا کر رہینگی۔۔۔ زرینہ

بیگم نے دادی کی پیکنگ شروع کر دی اور علیشہ دل مار کر اپنی تیاری کرنے لگی۔۔۔شام کو سہیل آیا اور وہ دادی سمیت گاڑی میں سوار ہو گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆

یہ کیا تماشہ ہے زوار۔۔۔؟

دھیمی آواز میں بیچارگی ہی بیچارگی تھی۔۔۔ نظریں زمینی بستر پہ سو رہی رخشندہ پر ٹکی تھیں۔۔۔

جواب میں زوار کچھ نہ بولا بس چڑانے والے انداز میں ہنس دیا۔۔۔اور وہ چڑ بھی گئی۔۔۔

زوار یہ ماسی ہر وقت سائے کی طرح میرے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔۔۔سایہ بھی اندھیرے میں ساتھ چھوڑ جاتا ہے لیکن یہ اندھیرے میں بھی میرے ساتھ ہوتی ہیں۔۔۔ پانچ دنوں میں میں بیزار ہو چکی ہوں۔۔۔ کوئی پرائیویسی ہی نہیں رہی۔۔۔آپ پلیز انہیں منع کریں نا۔۔۔ مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے۔۔۔دادی بھی حیران ہیں۔۔۔ کیوں آپ نے انہیں میری چوکیداری پر لگا رکھا ہے۔۔۔؟اسی لیے یہاں آنے کو کہا تھا آپ نے مجھے۔۔۔؟

وہ اسکی چال سمجھ کر بری طرح تلملائی تھی۔۔۔

بالکل۔۔۔

وہ اطمینان سے مختصراً بولا تھا۔۔۔

لیکن زوار۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ ان کی عمر زیادہ ہے اور یہ پھر بھی ہر وقت میرے ساتھ پورے گھر میں چکراتی پھرتی ہیں۔۔۔ میں انہیں منع کرتی ہوں تھوڑی دیر اپنے کوارٹر میں جا کر آرام کر لیں لیکن یہ مانتی ہی نہیں۔۔۔ میرے کمرے میں ہی بے آرام سوتی بھی ہیں۔۔۔ حد تو یہ ہے زوار۔۔۔ کہ میں باتھ روم میں ہوں تب بھی یہ مجھ سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد خیریت دریافت کرتی رہتی ہیں۔۔۔ پلیز سمجھائیں انہیں۔۔۔

بیزاری عاجزی غصہ۔۔۔ سبھی کچھ تھا اس کے لہجے میں۔۔۔ زوار کو ہنسی بھی آئی اور ترس بھی آیا۔۔۔ لیکن جب بولا تب لہجہ سنجیدہ تھا۔۔۔

وہ ملازمہ ہے اور وہ ہر وہ کام کریگی جو مالک اسے سونپے گا۔۔۔ اس ذمہ داری کی بھاری رقم الگ سے ملے گی اسے۔۔۔ مفت میں نہیں کر رہی۔۔۔ عمر زیادہ ہے لیکن ایکٹو تم سے زیادہ ہی ہو گی۔۔۔ اور

پلیز اسٹینڈرڈ تھوڑا ہائی کروا اپنا۔۔۔ملازمین کو ملازمین ہی سمجھو۔۔۔ویسے ہی ٹریٹ کرو۔۔۔رہی بات اس سے پیچھا چھڑانے کی تو میرے لوٹنے تک وہ ایسے ہی تمہارا سایہ بنی رہے گی۔۔۔جو بکواس تم نے کی ہے نا اس کے بعد میرا بس چلے تو تمہاری ہر اک سانس پر پہرا بٹھادوں۔۔۔

سجنیدہ لہجہ آخر میں سرد ہو گیا۔۔۔علیشہ کئی لمحوں تک کچھ بول ہی نہ پائی۔۔۔

ہر ایک سانس پر نہ سہی۔۔۔ہر ہر جنبش پر تو پہرا لگا رکھا ہے آپ نے۔۔۔

کچھ کچھ شرمندہ۔۔۔کچھ کچھ خفا انداز میں اسے جواب دے کر علیشہ نے رابطہ منقطع کر دیا۔۔۔زوار نے بھی دوبارہ کال نہیں کی تب وہ سر تکیے پر ڈال کر گزر جانے والے اور آنے والے ممکنہ حالات کے متعلق سوچتی نجانے کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆

دن پر دن پر لگا کر اڑ رہے تھے۔۔۔رخشندہ کی پہرے داری جوں کی توں قائم تھی۔۔۔علیشہ کی ڈیلیوری میں کچھ ہی دن باقی تھے سو زرینہ بیگم وریشہ کو ساتھ لیے اس کے پاس رہنے چلی آئی

تھیں۔۔۔دادی اور زرینہ بیگم کی محبت اور پرواہ تو فطری تھی مگر وریشہ جس سے خود کو نہیں سنبھالا جاتا تھا وہ بھی اس کی فکر میں ہلکان رہتی تھی۔۔۔اتنی محبتیں تھیں۔۔۔اتنی چاہتیں تھیں۔۔۔ پرواہ کرنے والے تھے۔۔۔مگر پھر بھی کچھ تھا جو نہیں تھا۔۔۔کوئی کمی سی تھی۔۔۔کسی اور کو بھی زندگی کے اتنے خاص موڑ پر اسکے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔۔۔

وہ "اور" کون تھا علیشہ بخوبی جانتی تھی لیکن مانتی نہیں تھی۔۔۔نہ کبھی مان سکتی تھی۔۔۔اس کی عزت نفس یہ گوارہ نہیں کرتی تھی کہ وہ زبان سے اعتراف کرتی۔۔۔

اس خوش خبری کے بعد سے زوار کی کالز تقریباً روز ہی آنے لگی تھیں۔۔۔کالز کا سلسلہ مستقل ہو گیا تھا لیکن مختصر بھی ہو چکا تھا۔۔۔اور علیشہ کے لیے ان کی مختصر سی گفتگو صدیوں کے پیاسے کو ایک بوند پانی کی طرح محسوس ہوتی تھی۔۔۔نجانے وہ کیا کر رہا تھا وہاں کہ ایک بار بھی پاکستان آنے کی فرصت نہ ملی تھی۔۔۔نہ فرصت سے بات کرنے کا وقت تھا۔۔۔زوار کی شخصیت اسکی نظر میں ذرا قابل اعتبار نہ تھی۔۔۔دل میں مختلف خدشات جنم لے چکے تھے۔۔۔علیشہ کو لندن جانے کی امید بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔۔۔زوار اس بارے میں کوئی بات نہیں کرتا تھا۔۔۔کہیں وہ اسے پاکستان میں ہی چھوڑے وہاں اپنی دوسری دنیا نہ بسا لے۔۔۔اپنی اولاد کی وجہ سے وہ اسکے بینک اکاؤنٹ میں ڈھیروں رقم بھیج رہا تھا۔۔۔وہاں رہ کر بھی اس کی تمام ضروریات کا خیال رکھ رہا تھا۔۔۔مگر ان ضروریات کے علاوہ بھی بہت ضروریات تھیں جن کا علیشہ کبھی اعتراف نہیں کرنے والی تھی اور زاویار خود سے شاید کبھی سمجھنے والا نہیں تھا۔۔۔

ایک آنسو چپکے سے علیشہ کی آنکھ سے نکلا اور تکیے میں جذب ہو گیا۔۔۔ وہ بے چین سی اٹھ بیٹھی۔۔۔ اللہ سے گلے شکوے شروع ہو گئے۔۔۔ عورت کا دل اتنا نرم کیوں بنایا ہے۔۔۔؟ اتنا آسان ہدف کیوں ہے عورت کا دل۔۔۔؟ جب چاہے کوئی لٹیرا لوٹ کر لے جائے۔۔۔ اور وہ بیچاری پیچھے روتی رہ جائے۔۔۔؟ جب دل میں محبت پیدا ہونی تھی تو نفرت کے زرائع بھی کیونکر پیدا ہوئے۔۔۔؟ زوار سے شادی ہونی ہی تھی تو پہلے وہ سب کیونکر ہوا۔۔۔؟ حالات ایسے کیوں نہ تھے کہ وہ کہتی "زوار آئی مس یو۔۔۔ لوٹ آؤ۔۔۔" اور زوار لوٹ آتا۔۔۔ تکلف انا اور غصے کی دیوار کیوں تھی ان کے درمیان۔۔۔؟ وہ سوچتی رہی۔۔۔ روتی رہی۔۔۔ اللہ سے شکوے کرتی رہی۔۔۔ کرتی رہی۔۔۔ کرتی ہی رہی۔۔۔ اور کرتے کرتے سو گئی۔۔۔ اب اگلی صبح اس نے اٹھنا تھا۔۔۔ خود کو لعنت ملامت کرنی تھی۔۔۔ اللہ سے معافی مانگنی تھی۔۔۔ زوار سے نفرت کا رشتہ تاعمر نبھانے کا عہد کرنا تھا۔۔۔ پھر رات کو دوبارہ یہی سب دہرانا تھا۔۔۔ جو اس کی حالت تھی وہ اس میں ایسی ہی متضاد کیفیات کی شکار رہنے لگی تھی۔۔۔ وریشہ اس کے رنگ بدلتے موڈ سے کبھی کبھی خائف بھی ہو جایا کرتی تھی۔۔۔ دادی اور زرینہ بیگم اس کی حالت سمجھتی تھیں اور بس خیر و عافیت سے یہ دن گزر جانے کی دعائیں کرتی رہتی تھیں۔۔۔ رہا زوار۔۔۔ تو وہ بے خبر تھا۔۔۔ کہ دو نفرت بھری آنکھیں اس کی یاد میں اکثر تکیہ بھگونے لگی تھیں۔۔۔

☆☆☆☆☆

لبوں پر مٹھی رکھے وہ جگر جگر کرتی آنکھوں سے اس ننھی کلی کی تصویر تکے جا رہا تھا لیکن دل تھا کہ بھرنے میں نہیں آ رہا تھا۔۔۔۔ قریبی صوفے پر نفیسہ بیگم بیٹھی تھیں۔۔۔۔ فون پر زرینہ بیگم سے محوِ گفتگو تھیں۔۔۔۔ ان کے انداز میں بھی آج بہتری تھی۔۔۔۔ لہجے میں کھنک تھی۔۔۔۔ جو بھی تھی۔۔۔۔ جیسی بھی تھی۔۔۔۔ علیشہ ان کی بہو تھی اور اب ان کی پوتی کی ماں بھی۔۔۔۔ دل میں اپنے آپ ہی علیشہ کی گنجائش پیدا ہو گئی تھی۔۔۔۔ بات مکمل کر کے وہ اٹھ کر زوار کے پہلو میں آن بیٹھیں۔۔۔۔ زوار نے ایک مسکراتی نظر ان پر ڈالی اور موبائل کا اسکرین ان کے سامنے کر دیا۔۔۔۔ وہ پہلے بھی دیکھ چکی تھیں۔۔۔۔ ایک بار پھر پوری دلچسپی سے دیکھنے لگیں۔۔۔۔ یہ تصویر ایسی نہ تھی جسے دیکھ کر دل بھر جاتا۔۔۔۔

یہ ہو بہو علیشہ کی کاپی لگ رہی ہے۔۔۔۔ آنکھ کے پاس علیشہ کی طرح تل بھی ہے۔۔۔۔

ان کے تبصرے پر زوار نے اثبات میں سر ہلایا۔۔۔۔ تصور میں روٹھا روٹھا سا چہرہ چلا آیا۔۔۔۔ جب وہ ترچھی خفا نظروں سے دیکھتی تو تل بھی خفا لگنے لگتا تھا۔۔۔۔ سر جھٹک کر وہ نفیسہ بیگم کی خواہش پر تصاویر انہیں سینڈ کرنے کے بعد فون اٹھائے اپنے روم کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

خاموش نظروں سے وہ فون کے روشن اسکرین کو تک رہی تھی۔۔۔۔ وہ زوار کو تصاویر تو سینڈ کر چکی تھی مگر اور کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔۔ دل بالکل خالی تھا۔۔۔۔ جیسے کرنے کو کوئی بات ہی نہیں رہی تھی۔۔۔۔

کمرے میں داخل ہوتیں زرینہ بیگم نے حیران نظروں سے اس کا روشن فون اور گم صم لیٹی علیشہ کو دیکھا تھا۔۔۔۔ وہ متفکر سی اس کے قریب چلی آئیں۔۔۔۔ انہیں دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔۔

کیا بات ہے عاشی۔۔۔۔؟

کچھ بھی نہیں۔۔۔۔

حلق میں اٹکتے آنسوؤں کے گولے کو بمشکل اندر انڈیلتی وہ سادگی سے بولی۔۔۔۔

زوار کی کال آرہی ہے۔۔۔۔ تم اٹھا نہیں رہی ہو۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔؟ کیا اس کے پاکستان نہ آنے سے ناراض ہو۔۔۔۔؟

ان کے استفسار پر وہ یوں گڑبڑائی جیسے چوری کرتے رنگ ہاتھوں پکڑی گئی ہو۔۔۔۔

بیٹا وہ وہاں مصروف ہے۔۔۔اس کا سارا بزنس ہے وہاں۔۔۔ابھی میں نفیسہ سے ہی بات کر رہی تھی۔۔۔اس نے کافی کچھ بتایا ہے مجھے۔۔۔اب مجھے بزنس وغیرہ کی زیادہ سمجھ بوجھ تو نہیں لیکن اتنا سمجھ آگیا کہ اسے بزنس میں کوئی بڑا لاس ہوا تھا۔۔۔جب وہ شاہ زیب کی شادی میں پاکستان آیا تھا تبھی کسی مخالف نے کوئی چال چلی تھی اسکے خلاف۔۔۔بڑے مسائل میں گھرا ہوا تھا پھر بھی تمہیں بھولا نہیں تھا۔۔۔تم یہ بھی تو دیکھو نا۔۔۔اب تو اللہ کا شکر ہے معاملات سلجھ گئے ہیں۔۔۔لوٹ آئے گا وہ جلد ہی ان شاء اللہ۔۔۔تمہیں لے جائیگا۔۔۔تم دل میں اس کے لیے کوئی ناراضگی نہ رکھو۔۔۔اور یہ دن تو ہرگز بھی ناراضگی جتانے کا نہیں ہے۔۔۔اب اٹھا لو اس بیچارے کی کال۔۔۔

وہ اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے دلار سے سمجھانے لگیں۔۔۔آخر میں شرارت سے مستقل جگمگاتے فون کی جانب اشارہ کیا تھا۔۔۔

جب سے زوار نے علیشہ کے فون توڑنے کے اگلے ہی دن اسے فون بھجوایا تھا تب سے زرینہ بیگم کے دل میں پل رہے تھوڑے بہت خدشات بھی اپنی موت آپ مر گئے تھے۔۔۔زوار کی یہ چھوٹی سی پرواہ ان جیسی حساس دل خاتون کے دل میں گھر کر گئی تھی۔۔۔

علیشہ حیران سی انہیں دیکھتی رہ گئی۔۔۔بزنس میں لاس۔۔۔؟مسئلے۔۔۔؟چال۔۔۔؟زوار نے تو اسے ایسا کچھ نہیں بتایا تھا۔۔۔کیوں۔۔۔؟کیا وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔؟کیا وہ اس کی فکر کر رہا تھا۔۔۔؟اگر ایسا تھا تو بڑا خوش کن تھا۔۔۔وہ ایک دم ہی ہلکی پھلکی سی ہو گئی۔۔۔اس

کے اندر اترتے سکون کا عکس اسکے چہرے سے واضح تھا۔۔۔ جسے دیکھ کر زرینہ بیگم اس کا سر تھپک کر کمرے سے نکل گئیں اور وہ جلدی سے فون کی طرف متوجہ ہو گئی۔۔۔

السلام علیکم۔۔۔۔

وعلیکم السلام۔۔۔ اتنی دیر۔۔۔؟

وہ ناراض سا لگا۔۔۔

وو۔۔۔ وہ۔۔۔ میں سو رہی تھی۔۔۔۔

حلق تر کرتی وہ یہی بہانہ بنا سکی۔۔۔۔

اچھا۔۔۔؟آواز سے تو لگ رہا ہے رو رہی تھیں۔۔۔۔

میرے لیے آنسو بہا رہی ہو۔۔۔؟ اتنی بے LOL علیشہ کو لگا وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے۔۔۔ بس۔۔۔؟ اتنی محبت۔۔۔؟ اتنی شدید یاد۔۔۔؟ میرے لیے تم فقط میری ذمہ داری ہو۔۔۔ لیکن تم تو میرے سر پر ہی چڑھی جا رہی ہو۔۔۔

میں کیوں روؤں گی۔۔۔

اس کی بات سے اپنی مرضی کا مطلب نکالتی وہ بھڑکی۔۔۔

تم جو نہیں چاہتی تھیں وہ ہو گیا۔۔۔ آنے والا اس دنیا میں آ گیا۔۔۔ اسی لیے بھی رو سکتی ہو۔۔۔

دوسری طرف زوار غیر ارادی طور پر گہرا طنز کر گیا۔۔۔ علیشہ کا دل تڑپ اٹھا۔۔۔

زوار پلیز۔۔۔ آپ کو میری حالت کا اندازہ ہونا چاہیے۔۔۔ میں اس وقت ذہنی طور پر ڈسٹرب تھی۔۔۔ دماغ بالکل کام نہیں کر رہا تھا۔۔۔ جو منہ میں آیا کہہ دیا۔۔۔ آپ تو پکڑ کے بیٹھ گئے ہیں جذبات میں کہی وہ بات۔۔۔

وہ بات نظر انداز کرنے والی نہیں تھی علیشہ بی بی۔۔۔۔ میری اولاد کو ختم کرنے کی بات کی تھی تم نے۔۔۔ تم چاہتی ہو میں اسے سرسری لیتا۔۔۔؟

زوار کے بگڑے لہجے پر علیشہ بے دردی سے لب کاٹنے لگی۔۔۔اس وقت وہ زوار سے لڑنا بالکل نہیں چاہتی تھی جبھی چپ رہی۔۔۔ دوسری جانب زوار بھی گہری گہری سانسیں بھرتا خود کو پرسکون کرنے لگا۔۔۔ وہ خود کب لڑنا چاہتا تھا۔۔۔ اسے احساس تھا علیشہ نے جذبات میں وہ بات کہی تھی لیکن جذبات میں ہی آکر وہ کوئی الٹا سیدھا قدم نہ اٹھالے اس لیے رخشندہ کو اس کی زمہ داری سونپ رکھی تھی۔۔۔

اچھا یہ بتاؤ نام کیا سوچا ہے تم نے۔۔۔؟

کچھ دیر بعد زوار بولا تو لہجہ یوں تھا جیسے درمیان میں کوئی ناخوشگوار گفتگو ہوئی ہی نہ ہو۔۔۔

میرے ذہن میں تو بہت سارے نام ہیں۔۔۔ میں کوئی ایک ڈیسائڈ نہیں کر پا رہی۔۔۔آپ ہی بتائیں۔۔۔

نم آنکھیں دوپٹے سے خشک کر کے علیشہ نے بھی نارمل انداز میں جواب دیا تھا۔۔۔

آہاں۔۔۔ جیسے ہی مجھے پتہ چلا لڑکی ہے۔۔۔ میرے ذہن میں فوراً ایک ہی نام آیا۔۔۔ علیزہ۔۔۔ علیشہ کا علی۔۔۔ زوار کا زا۔۔۔ علیزہ۔۔۔؟

وہ جیسے چہک اٹھا تھا۔۔۔ بڑے پیار سے نام بتایا تھا۔۔۔ نام رکھنے کی وجہ بھی۔۔۔ علیشہ دل سے مسکرائی۔۔۔ اسے یہ نام اور نام رکھنے وجہ دونوں بھائے۔۔۔

پرفیکٹ۔۔۔

علیشہ نے نام ڈن کر دیا۔۔۔ ساتھ ہی رخشندہ کے سائے سے جان چھڑانے کی فرمائش بھی کر دی جو اس وقت کمرے میں موجود نہ تھی کیونکہ علیزہ بھی اپنی پردادی کے پاس تھی۔۔۔

زوار نے کچھ پل سوچا۔۔۔ اسکے لہجے کی سچائی کو جانچا۔۔۔ پھر حامی بھر ڈالی۔۔۔ تھوڑی بہت اور خوشگوار باتوں کے بعد جب رابطہ منقطع ہوا تب دونوں ہی اپنی اپنی جگہ مسکرا رہے تھے۔۔۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے باہر آئے تھے۔۔۔لان میں رکھی کرسیوں کی جانب بڑھتے ہوئے عزیز کی نگاہ اس کرسی پر پڑی جس پہ کچھ دیر پہلے وہ بیٹھا تھا۔۔۔کرسی پر شاپنگ بیگ رکھا تھا جسے وہ اٹھانا بھول چکا تھا۔۔۔وہ تیزی سے آگے بڑھا۔۔۔علیزہ سے ملنے اور تحائف دینے میں وہ اتنا محو تھا کہ علیشہ کے لیے لائے اس تحفہ کو بھول ہی بیٹھا تھا۔۔۔درحقیقت یہ سب تحائف ستارہ بیگم نے خریدے تھے۔۔۔عزیز کام کے سلسلے میں کراچی آیا تھا سو ستارہ بیگم نے تحائف اسکے ہاتھ بھجوا دیئے تھے۔۔۔وہ خود بھی آنا چاہتی تھیں لیکن پیر پھسلنے کی وجہ سے ان کی کمر میں شدید تکلیف تھی۔۔۔وہ سفر کرنے کی حالت میں نہ تھیں۔۔۔خود نہ آپائیں مگر تحائف اور دعائیں خوب بھیجی تھیں۔۔۔

اور یہ دادی نے تمہارے لیے بھی چھوٹا سا گفٹ بھیجا ہے۔۔۔

شاپنگ بیگ اسے تھماتے ہوئے عزیز نے چونک کر گیٹ کیپر کو گیٹ کھولتے دیکھا تھا۔۔۔علیشہ خود بھی متحیر سی سیاہ چمچماتی گاڑی کو اندر آتے دیکھ رہی تھی۔۔۔اسی حیرت میں گھرے اس نے عزیز کا بڑھایا شاپنگ بیگ تھاما۔۔۔شکریہ اس کے لبوں پہ پھڑپھڑا کے رہ گیا۔۔۔نظریں گاڑی سے برامد ہوتے زوار پر سے ہٹنے سے انکاری تھیں جو آنکھوں سے سن گلاسز اتارتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ان کے قریب آرہا تھا۔۔۔علیشہ خواب کی سی کیفیت میں اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ رہی

تھی۔۔۔ دو دن پہلے ہی تو ان کی بات ہوئی تھی۔۔۔ زوار نے لوٹنے کا کوئی ارادہ ظاہر نہ کیا تھا۔۔۔ اب اچانک وہ اسکے سامنے تھا۔۔۔ تقریباً نو ماہ پندرہ دن بعد۔۔۔ وہ اتنی آرام سے اعتبار کیسے کرتی۔۔۔؟

وہ سرخوشی کی حالت میں اسے تکنے میں مصروف تھی۔۔۔ زوار کے چہرے پر نظریں جمی تھیں لیکن اس کے سرد تاثرات وہ نوٹ نہ کر سکی۔۔۔ دل اتنا خوش تھا کہ کسی ناخوشگوار احساس کو قریب پھٹکنے بھی نہیں دے رہا تھا۔۔۔ لیکن اسکے پہلو میں کھڑے عزیز نے اچھی طرح زوار کے چہرے کے اتار چڑھاؤ۔۔۔ ناگواری اور سرمہری نوٹ کر لی تھی۔۔۔ وہ آگے بڑھ کر اس سے ملنا چاہتا تھا لیکن اسکی آنکھوں میں اپنے لیے واضح ناگواری دیکھ کر لب بھینچ گیا۔۔۔

زوار قریب پہنچا تو علیشہ کو جیسے ہوش آیا۔۔۔ لیکن اس ہوش میں بھی ایک بے خودی تھی۔۔۔

السلام علیکم زوار صاحب۔۔۔ کیسے مزاج ہیں۔۔۔؟

اس کے تاثرات نوٹ کرنے کے باوجود دل پر جبر کرتا عزیز خوش اخلاقی سے مخاطب ہوا۔۔۔ پھر بھی لہجہ محسوس کن حد تک محتاط تھا۔۔۔

فائن۔۔۔۔علیشہ روم میں آؤ۔۔۔۔

کمال بے مروتی سے عزیز کو جواب اور علیشہ کو حکم سنا کر وہ تیز قدموں سے چلتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔ پیچھے علیشہ کو جیسے اصل ہوش آیا تھا۔۔۔۔ عزیز کے ساتھ زوار کا سر درویّہ اسے عزیز کے سامنے سخت شرمندہ کروا گیا۔۔۔۔ وہ نظریں نہ اٹھا سکی۔۔۔۔اس کی شرمندگی محسوس کر کے عزیز نے خود کو کمپوز کیا اور اسکے جھکے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی۔۔۔۔علیشہ نے سر اٹھایا مگر براہ راست اسکی آنکھوں میں نہ دیکھ سکی۔۔۔۔

اچھا بھئی اب میں چلتا ہوں۔۔۔۔ تمہارے مغرور میاں تشریف لا چکے ہیں۔۔۔۔اور تمہیں حکم بھی سنا کر جا چکے ہیں۔۔۔۔ جاؤ جا کر ان کی خدمت کرو اور جنت کماؤ۔۔۔۔

وہ پیارا سا شخص پیارا سا مسکرایا۔۔۔۔ علیشہ کو اپنا آپ بونا سا لگا۔۔۔۔ عزیز بہت اونچائی پر جا بیٹھا تھا۔۔۔۔

سوری عزیز بھائی۔۔۔۔آپ کو پتہ تو ہے زوار کا۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔

الٹس اوکے کزن۔۔۔۔ تم شرمندہ مت ہو۔۔۔۔ میں جانتا ہوں یہ پیسے والے لوگ ہوتے ہی مغرور ہیں۔۔۔۔

ہلکے پھلکے انداز میں کہتا وہ اپنی گاڑی میں سوار ہو گیا۔۔۔۔

اوراب توتم بھی امیر ہو چکی ہو۔۔۔۔ تم نہ بدل جانا۔۔۔۔

وہ ہنسا تو علیشہ بھی بدقت مسکرائی۔۔۔۔ زوار کے رویئے سے اس کی آمد کی ساری خوشی غارت ہو گئی تھی۔۔۔۔ دل مرجھا کر رہ گیا تھا۔۔۔۔ فون پر کبھی عزیز کے حوالے سے کوئی بات نہ ہوئی تھی سو وہ سمجھی زوار کے خیالات بدل چکے ہونگے۔۔۔۔ پر نہیں۔۔۔۔ وہ اب بھی بے جا شک میں گھرا ہوا تھا۔۔۔۔

عزیز کی گاڑی گیٹ سے نکل جانے کے بعد بھی وہ بہت دیر تک غائب دماغ سی گیٹ کے نزدیک کھڑی رہی۔۔۔۔ پھر جیسے ہوش آنے پر ایک افسردہ نگاہ ہاتھ میں پکڑے بیگ پر ڈالتی پلٹ گئی۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو زوار جیسے عقاب کی طرح اس پر جھپٹا تھا۔۔۔اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔۔۔اس قدر جارحانہ انداز کی کم از کم اس وقت توقع نہیں تھی اسے۔۔۔

پندرہ منٹ پہلے میں نے تم سے کہا تھا تم کمرے میں آؤ۔۔۔اور تم اب آئی ہو۔۔۔؟اپنے عزیز کو خوب محبتوں سے رخصت کرنے کے بعد۔۔؟اور ذرا یہ بتانا۔۔۔کب سے آ رہا ہے وہ یہاں۔۔۔؟ کب کب آتا ہے۔۔۔؟وہ تو دوسرے شہر رہتا ہے نا۔۔۔؟ پھر یہاں کیوں آیا تھا۔۔۔؟کس لیے آیا تھا۔۔۔؟اور دیکھو تو۔۔۔تحائف بھی لایا ہے وہ الو کا پٹھا۔۔۔دکھاؤ کیا لایا ہے اپنی نامراد محبت کے لیے۔۔۔؟

حلق کے بل چلاتے ہوئے وہ پل بھر کو تھما۔۔۔بیگ جھپٹا۔۔۔اندر جھانکا۔۔۔شال برامد کی۔۔۔اور پھر مختصر سا استہزایہ قہقہ لگا کر ہنس دیا۔۔۔

یہ۔۔۔؟یہ لایا ہے وہ غریب عاشق تمہارے لیے۔۔۔؟یہ رخشندہ کو دے دینا۔۔۔اس سے صفائی کیا کریگی وہ کل سے۔۔۔مسز زوار کبھی ایسی دو ٹکے کی چیز نہیں اوڑھے گی۔۔۔

زوار نے شال گول مول کر کے دور پھینکی۔۔۔

ستارہ بیگم نے کتنے خلوص سے بھیجی تھی۔۔۔علیشہ کی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔ستارہ بیگم کسی رئیس گھرانے سے تعلق نہ رکھتی تھیں۔۔۔وہ جانتی تھی۔۔۔گھر کے بجٹ سے خوب کانٹ چھانٹ کر کے یہ تحائف خریدے ہونگے انہوں نے۔۔۔اور زوار کہہ رہا تھا اس سے کل سے صفائی ہو گی۔۔۔؟وہ تیزی سے آگے بڑھی۔۔۔زمین پہ گری شال اٹھائی۔۔۔زوار کے آگ لگائی۔۔۔

چھونا مت اسے۔۔۔اوڑھو گی تو میں آگ لگا دونگا تمہیں اس دو ٹکے کی شال سمیت۔۔۔

اس سے شال چھین کر اس بار زوار نے بالکونی سے باہر پھینک دی۔۔۔دوبارہ کمرے میں آیا اور چیلنجنگ نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔ضبط سے علیشہ کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔۔۔زوار اسے کچھ کہنے کا موقعہ ہی نہیں دے رہا تھا۔۔۔جب سے آیا تھا تابڑ توڑ حملے کیئے جا رہا تھا۔۔۔

تمہیں میری بات سمجھ نہیں آ رہی۔۔۔؟کہہ رہا ہوں نامت ہاتھ لگاؤ۔۔اور مجھے بتاؤ۔۔۔مجھے بتاؤ کہ کب سے وہ یہاں آ رہا ہے۔۔۔؟کیوں آتا ہے وہ یہاں۔۔۔؟ارے۔۔۔تم تو خوبصورت بھی بہت ہو گئی ہو۔۔۔

قدرے متعجب انداز میں زوار نے اس کا جبڑا دبوچ کر چہرہ دائیں بائیں گھما کر بغور اس کے ایک ایک نقش کو گھورا۔۔۔

شوہر سے اتنی طویل جدائی سہنے والی عورت ایسی کھلی کھلی تو نہیں لگتی۔۔۔ لیکن تم تو پہلے سے اچھی لگ رہی ہو۔۔۔ کیونکہ میرے پیٹھ پیچھے تمہارا وہ دیوانہ تھا نا۔۔۔ میری ذمہ داریاں اچھی طرح نبھا رہا تھا۔۔۔ یہ رنگ روپ تو یہی بتاتا ہے۔۔۔

چٹاخ۔۔۔۔

زوار کی زبان نجانے کب تک زہر اگلتی رہتی۔۔۔ علیشہ کا ضبط جواب دے گیا۔۔۔ اس کا ہاتھ اٹھا تھا۔۔۔ زوار کی زبان تالوں سے لگ گئی۔۔۔ اپنے گال پر ہاتھ رکھے وہ بے یقینی سے اسے گھور رہا تھا۔۔۔ وہ ہی کیا۔۔۔ خود علیشہ کا حال ایسا تھا کہ تن کاٹو تو لہو نہیں۔۔۔ لٹھے کی مانند سفید چہرہ لیے۔۔۔ اپنا ہاتھ مٹھی کی صورت سینے لگائے وہ یوں خوفزدہ سی۔۔۔ بے یقین سی۔۔۔ زوار کا چہرہ دیکھ رہی تھی جیسے تھپڑ اس نے زوار کو نہیں زوار نے اسے مارا ہو۔۔۔ بے یقینی اور ضبط کے مارے زوار کا چہرہ اس وقت لگ ہی اتنا بھیانک رہا تھا۔۔۔ علیشہ کو روح ساتھ چھوڑتی محسوس ہوئی۔۔۔

تم نے مجھے تھپڑ مارا۔۔۔

پانچ منٹ بعد صدمے سے نکل کر وہ ہنوز بے یقینی لہجے میں بھرے پوچھنے لگا۔۔۔

آآ۔۔۔آپ نے۔۔۔ بات ہی۔۔۔ایسی۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔

وہ پوری قوت سے دہاڑا۔۔۔ پھر طمانچہ بھی دے مارا۔۔۔

علیشہ کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ لہرا کر گرتی۔۔۔زوار نے اسے بازو سے تھام کر دوبارہ اپنے مقابل کیا اور اس کے دونوں بازوؤں میں اپنی آہنی انگلیاں گاڑ کر اسے زور دار جھٹکا دیا۔۔۔علیشہ تو کسی بے جان کھلونے کی طرح اس کی پکڑ کے رحم و کرم پر تھی۔۔۔ یہاں زوار اسے چھوڑتا۔۔۔ وہاں علیشہ زمین بوس ہو جاتی۔۔۔نہ اس کے حواس درست تھے اور نہ ٹانگوں میں اتنی جان رہی تھی کہ اپنا بوجھ سہار پاتی۔۔۔

کچھ غلط کہا ہے میں نے۔۔۔؟ ڈرامے کیا کر رہی ہو ہاں۔۔۔؟ میں تو سرپرائز دینے آیا۔۔۔ یہاں آ کر خود سرپرائز ہو گیا۔۔۔ وہ شخص۔۔۔ اس شخص ایسا میں کیا ہے آخر علیشہ۔۔۔؟ کیوں نہیں باز آتی تم۔۔۔ اتنا عزیز ہے وہ۔۔۔ تو جاؤ جا کر ساری زندگی اس کی پناہوں میں گزارو۔۔۔ میری دولت پر عیش کرو اور اس کے ساتھ موج کرو۔۔۔ یہ میں نہیں ہونے دونگا۔۔۔

زوار تو جیسے پاگل ہو اٹھا تھا۔۔۔ اتنے لمبے سفر سے تھکا ہارا گھر پہنچا۔۔۔ یہاں اپنے خود ساختہ رقیب روسیاہ کو اپنے گھر موجود پا کر۔۔۔ اپنی بیوی کو تحفہ دیتے دیکھ کر اس کا بس نہیں چل رہا تھا کیا کر ڈالے۔۔۔ اندر جیسے آگ لگی تھی۔۔۔ زور زور سے جھنجھوڑ کر الزامات کی جواب طلبی کرتا زوار اس وقت ضبط سے لب بھینچ کے رہ گیا جب علیشہ کا رونا غیر معمولی لگنے لگا۔۔۔ رو تو وہ پہلے بھی رہی تھی لیکن اس وقت ہنستے ہنستے رو رہی تھی۔۔۔ اور پوری شدتوں سے رو رہی تھی۔۔۔ زوار کی گرفت اسکے بازوؤں پر ڈھیلی پڑی تو وہ کٹی ڈال کی طرح زمین پہ گر کر بالوں میں انگلیاں پھنسا کر رونے لگی۔۔۔ کمرہ ساؤنڈ پروف نہ ہوتا تو بڑا تماشہ لگ چکا ہوتا اب تک۔۔۔

زوار پلٹا۔۔۔ روم ریفریجریٹر سے پانی کی بوتل نکالی۔۔۔ اور گلاس استعمال کرنے کی زحمت کیئے بغیر بوتل ہی اس کے منہ سے لگا دی۔۔۔ علیشہ سے پیا نہ گیا پھر بھی حلق میں اتارنا پڑا۔۔۔ زیادہ تر زمین پر ہی گرتا رہا۔۔۔ حواس سمبھلنے پر اس نے مزاحمت کی۔۔۔ بوتل لبوں سے الگ کرنے لگی۔۔۔

لیکن زوار ڈھیٹ بنا رہا۔۔۔جب وہ بری طرح کھانسنے لگی تب جا کر اس نے بوتل پیچھے کی اور بچا ہوا پانی خود پی لیا۔۔۔شاید اپنے اندر پھٹ رہے آتش فشاں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

چلو چل کر بیڈ پر بیٹھو۔۔۔

وہ چہرہ گھٹنوں میں دیے سسکیاں بھر رہی تھی جب زوار بولا تھا۔۔۔انداز سرد تھا۔۔۔

علیشہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آنے پر زوار کا دل چاہا اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا بیڈ تک لے جائے مگر خود پر ضبط کرتا وہ اگلے ہی پل جھکا اور اسے بازوؤں میں بھرے بیڈ تک لے آیا۔۔۔ پٹخنے والے انداز میں اسے بیڈ پر لٹا کر ایک ہی جھٹکے سے پائنتی پر تہہ کیے لحاف کو اس کے لرزتے وجود پہ ڈال دیا۔۔۔ چند لمحوں تک وہ لحاف میں چھپے اس کے لرزتے وجود کو تکتا رہا پھر علیزہ کا خیال آنے پر کمرے پر طائرانہ نگاہ ڈالتا باہر نکل گیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

کھانے کی ٹرے لیے وہ کمرے میں انٹر ہوا علیشہ تب بھی بستر میں گھسی ہوئی تھی لیکن چہرہ لحاف سے باہر تھا۔۔۔ رو رو کر سوج جانے والی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر ٹکی ہوئی تھیں۔۔۔ زوار کو دیکھ کر اس نے خاموشی سے چہرہ دوبارہ لحاف میں گم کر لیا۔۔۔

زوار نے لب بھینچ لیے۔۔۔ وہ دوپہر کے اس تماشے کے بعد کئی بار کمرے میں آیا تھا۔۔۔ اسے گہری نیند سوتے پایا تھا۔۔۔ ننھی علیزہ کو ماں کے بغیر سنبھالنا مشکل ترین عمل ثابت ہوا تھا۔۔۔ جو جیسے تیسے بھی اس نے کر ہی لیا تھا۔۔۔ اس کی غیر حاضری کے متعلق دادی کو گول مول جواب دے کر وہ ڈنر کے بعد اس کا کھانا لیے اسے جگانے کی نیت سے آیا تھا مگر وہ پہلے ہی جاگ چکی تھی۔۔۔

کھانے کی ٹرے بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر دھر کر اس نے جھٹکے سے لحاف اس کے منہ سے ہٹایا تھا۔۔۔ علیشہ نے بازو سے چہرہ چھپا لیا۔۔۔ زوار نے وہ بازو پکڑ کر تکیے سے لگا دیا۔۔۔ علیشہ نے دوسرا بازو رکھ لیا۔۔۔ زوار نے اس بازو کے ساتھ بھی وہی عمل دہرایا۔۔۔ غصے سے اپنا چہرہ ترچھا کر کے اس نے زوار سے کبھی بات کرنے کا پکا پکا ارادہ کر لیا۔۔۔ جبکہ زوار اس کے گال پر چسپاں اپنی انگلیوں کے نشان دیکھ کر گلٹ میں گھر گیا۔۔۔

سوری۔۔۔ مگر تم خود سوچو۔۔۔ شوہر طویل عرصے بعد گھر آئے۔۔۔ اور گھر پہنچ کر اپنی بیوی ک ایک ناپسند شخص سے تحفہ لیتے پائے تو اس کی کیا فیلنگز ہونگی۔۔۔

علیشہ نے تلملا کر تحفہ کے متعلق وضاحت دینی چاہی پھر بیکار جان کر رہنے دیا۔۔۔زوار نے یقین تو کرنا نہیں تھا۔۔۔پھر فائدہ۔۔۔؟

اور اگر شوہر عرصے بعد گھر لوٹے اور گھر لوٹ کر بیوی کی ایسی تواضع کرے تو جانتے ہیں بیوی کی کیا فیلنگز ہونگی۔۔۔؟

اس نے سوال کے بدلے سوال پوچھا۔۔۔زوار کا سوال صرف شک کی بنیاد پر کھڑا تھا۔۔۔اس نے جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔۔۔

اس کا جواب تو کوئی بیوی ہی دے سکتی ہے۔۔۔

زوار نے شانے اچکائے۔۔۔

بیوی شوہر سے نفرت کرنے لگے گی زوار۔۔۔

اس کی بیوی نے خود ہی جواب دے دیا۔۔۔

ہمم۔۔۔ تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہیں مجھ سے نفرت ہو رہی ہے۔۔۔؟

جی۔۔۔ شدید نفرت ہو رہی ہے۔۔۔

وہ بے جھجک اعتراف کر گئی۔۔۔

سووٹ۔۔۔؟ کرتی رہو۔۔۔ میں کونسا تمہاری محبت میں مرا جا رہا ہوں۔۔۔؟

اس کے بے پرواہی سے کہنے پر علیشہ کے اندر کچھ بے آواز ٹوٹا تھا۔۔۔

تمہیں رسوائی سے بچانے کے لیے میں نے تم سے نکاح کیا۔۔۔ تمہیں اپنی عزت بنایا۔۔۔ اب میں تمہیں اپنی عزت سے کھلواڑ نہیں کرنے دونگا۔۔۔

وہ اپنا ڈھایا ستم قطعاً بھلائے بیٹھا تھا۔۔۔اپنی غلطی کا مداوا۔۔۔اپنے گناہ کی پردہ پوشی۔۔۔وہ احسان سمجھتا تھا علیشہ کی ذات پر۔۔۔اسکی بے حسی اور ڈھٹائی پر علیشہ جی جان سے جلی تھی۔۔۔زوار کی نرم پڑتی گرفت سے اس نے جھٹکے سے اپنے بازو نکالے اور تیزی سے بستر کے دوسری طرف سے نیچے اتر گئی۔۔۔

جا کہاں رہی ہو۔۔۔

اسے کمرے سے باہر جاتے دیکھ کر سیخ پا ہوتا وہ اسکی راہ میں حائل ہوا۔۔۔

کہیں بھی جا رہی ہوں لیکن یہاں نہیں رہونگی میں۔۔۔کم از کم آج رات نہیں۔۔۔ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔۔۔

اپنی کنپٹیوں پر زور سے ہاتھ مار کر چیختی وہ زوار کو دوبارہ غصہ دلا رہی تھی۔۔۔

اور اگر تم اس کمرے سے باہر گئیں تو میں پاگل ہو جاؤں گا علیشہ بیگم۔۔۔اور میرا پاگل پن زیادہ نقصان دہ ثابت ہو گا۔۔۔

ارے اور کتنے پاگل ہونگے آپ۔۔۔؟

بتاؤں کتنا پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔

اچانک لہجہ بدلتا وہ اس کی پیشانی سے پیشانی ٹکرائے بولا۔۔۔علیشہ کی سانس رک سی گئی۔۔۔ بھیگی پلکیں عارضوں پہ جھک گئیں۔۔۔اپنی گردن پہ سر سراتی زوار کی انگلیوں کا لمس اسے کمزور کر رہا تھا۔۔۔ لیکن نہیں۔۔۔!

ایک دم سے جیسے وہ ہوش میں لوٹی۔۔۔اپنی پوری ہمت مجتمع کر کے زوار کو کمزور سا دھکا دے کر دوبارہ جانے کے لیے پلٹ گئی مگر زوار نے اس کے گرد باہنوں کا نرم سا ہالہ بنا کر اس کے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں۔۔۔

اب آ گیا ہوں۔۔۔تو کیا سارا وقت بس روٹھنے منانے میں ہی لگا دینگے۔۔۔؟

وہ اس سے براہ راست معذرت کبھی کر ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔ گول مول انداز میں جھگڑا ختم کرنے کی درخواست کرتا وہ علیشہ کو اچھا نہ لگا تو برا بھی نہ لگ سکا۔۔۔ وہ بھی تھک چکی تھی۔۔۔ انتظار سے بھی۔۔۔ اور اس بے تکی بحث سے بھی۔۔۔ نڈھال سی وہ اس کے ساتھ کھنچی بیڈ تک چلی آئی تھی۔۔۔ زوار کھانے کی ٹرے درمیان میں رکھے اسے خود ہی نوالے بنا کر کھلانے لگا۔۔۔ چند لقمے کھا کر ہی اس کا دل بھر گیا۔۔۔ زوار نے اسرار کیا پر وہ نہ مانی۔۔۔ ٹرے اٹھا کر ٹیبل پر دھرنے کے بعد وہ دوبارہ اسکے نزدیک آن بیٹھا۔۔۔ علیشہ کا سر زوار کے شانے پہ تھا اور زوار کی انگلیاں اسکے بالوں میں سر سرا رہی تھیں۔۔۔

وہ دوپہر کے اس تماشے کے متعلق سوچنا چاہتی تھی لیکن زوار نے اسے اس سوچ میں پڑنے کا وقت ہی نہ دیا۔۔۔ وہ رفتہ رفتہ پوری طرح اس پر چھا گیا تھا۔۔۔

گزشتہ تمام باتیں بھولے اب وہ بھی اس کی حالیہ سرگوشیوں سے خود میں سمٹی جا رہی تھی۔۔۔ وہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا تھا۔۔۔ پہلے دل زخمی کرتا پھر مرہم لگاتا۔۔۔ مرد بھی بڑا جادوگر ہے۔۔۔ کتنے بھی ستم ڈھالے۔۔۔ محبت کے چند بول دھیمے سروں میں بول کر عورت کے دل پر اجارہ داری حاصل کر لیتا ہے۔۔۔ لیکن دل کا یہ کھیل تماشہ اسی صورت ممکن ہے جب عورت نے اس مرد کو اپنے دل تک رسائی دے رکھی ہو۔۔۔ جیسے علیشہ نے اسے دے رکھی تھی۔۔۔ اگر زوار سوچتا تو چونکتا ضرور۔۔۔

☆☆☆☆☆

رات کے ساڑھے دس ہو رہے تھے اور نیند دونوں کی ہی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔۔۔زرد نائٹ نائٹ بلب روشن تھا۔۔۔۔کمرے میں پھیلی سیگریٹ کی بو آج علیشہ کو ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔۔۔۔ یہ بو کسی بہت خاص کی وہاں موجودگی کا اعلان کر رہی تھی۔۔۔۔اور علیشہ یہ اعلان سنتی رہنا چاہتی تھی۔۔۔۔

اس کے بازو پر سر رکھے وہ اس کی شرٹ کے بٹن سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی جو بیڈ کے بالکل کنارے پر تکیوں کے سہارے نیم دراز تھا۔۔۔۔کانچ کی نازک ایش ٹرے قریب ہی زمین پر رکھی تھی۔۔۔۔وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد ہاتھ نیچے کر کے اس میں راکھ جھاڑ لیا کرتا تھا۔۔۔۔

دونوں ہی گہری سوچوں میں گم لگتے تھے۔۔۔۔زوار کے خیالات کا سلسلہ نجانے کہاں سے جڑا تھا۔۔۔۔ علیشہ تو بس اپنے اور زوار کے رشتے کے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔۔۔۔وہ سوچ رہی تھی وہ زوار کی زندگی میں کیا اہمیت رکھتی تھی۔۔۔۔؟رکھتی تھی بھی یا نہیں رکھتی تھی۔۔۔۔"میں کونسا تمہاری محبت میں مرا جا رہا ہوں۔۔۔۔"زوار کے کہے جملے کی بازگشت اب بھی اس کی سماعتوں میں گونج رہی تھی۔۔۔۔اسے اپنا آپ کباڑ سا لگا۔۔۔۔بے تکا سا۔۔۔۔بے وجہ سا۔۔۔۔بوجھ جیسا۔۔۔۔اس کی آنکھ

سے ایک آنسو بڑی خاموشی سے نکلا اور زوار کی شرٹ میں جذب ہو گیا۔۔۔۔ جسے زوار نے محسوس تک نہ کیا۔۔۔۔

زوار۔۔۔۔؟

ہمم۔۔۔۔؟

زوار اگر میں مر گئی تو۔۔۔۔ تو آپ کیا کرینگے۔۔۔۔؟

بے اختیار ہی اسکے لبوں سے سوال پھسلا۔۔۔۔ کسی طرح تو زوار کے دل میں اپنا مقام جاننا تھا اسے۔۔۔۔ سیدھا سیدھا سوال تو داغ نہیں سکتی تھی۔۔۔۔ کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔۔۔۔؟ زوار انکار کر دیتا تو مذاق بن کے رہ جاتی وہ۔۔۔۔ واضح سوال کے واضح جواب سے اور زیادہ بکھر جاتی وہ۔۔۔۔

سماعتیں بہت دیر تک منتظر رہیں مگر جواب ندارد۔۔۔اس نے سر اٹھایا کر دیکھا۔۔۔زوار خاموشی سے سیگریٹ کے کش لے رہا تھا۔۔۔اسکے دیکھنے پر چہرہ اونچا کر کے دھواں فضا کے سپرد کیا۔۔۔پھر اس کے کان کے نزدیک جھکا۔۔۔

دوسری شادی کرونگا اور کیا۔۔۔جوان بندہ یہ سرکش جوانی تنہا تو نہیں گزار سکتا نا۔۔۔

آخر میں شرارت سے بائیں آنکھ دبائی۔۔۔

علیشہ اسکے جواب پہ خاموش ہی رہی۔۔۔اندازہ تو تھا وہ ایسا ہی کوئی جواب دیگا۔۔۔پھر بھی اندر کہیں چبھن ہوئی تھی۔۔۔

اچھا۔۔۔اگر میں مر گیا تو۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کا سوال مکمل ہونے سے پہلے ہی علیشہ نے تڑپ کر اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ دھر دیا تھا۔۔۔یہ سننا بھی سوہان روح تھا۔۔۔زوار اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔۔۔خود علیشہ اپنی بے اختیاری پر دم بخود تھی۔۔۔معنی خیز سی خاموشی کا دورانیہ طویل ہو چکا تھا۔۔۔علیشہ کی نظریں زوار کے لبوں پہ

دھرے اپنے ہاتھ پر تھیں اور زوار کی گہری نظریں اس کے چہرے پر۔۔۔اسکی لمبی لمبی انگلیوں میں دبی سیگریٹ ختم ہوتی اس کی انگلیوں تک آگئی تھی۔۔۔اسکی انگلیاں جل رہی تھیں لیکن زوار بے پرواہ تھا۔۔۔

خوب ساری ہمت لگا کر آہستہ سے اپنا ہاتھ پیچھے کر کے علیشہ نے پلکوں کی جھالر اٹھا کر دوبارہ اسے دیکھا۔۔۔زوار مسکرا نہیں رہا تھا مگر اسے نجانے کیوں لگا زوار مسکرا رہا ہو۔۔۔ نہیں۔۔۔وہ مسکرا نہیں رہا تھا۔۔۔وہ شاید اس پر ہنسنا چاہ رہا تھا۔۔۔علیشہ کو اپنی توہین محسوس ہوئی۔۔۔اپنی بے اختیاری کا اثر زائل کرنے کے لیے اس نے تقریر کا سہارا لینے کا فیصلہ کیا۔۔۔معاشرے پر قصور دھرنے کا فیصلہ کیا۔۔۔اسے گوارہ نہ تھا زوار واسطی اس پہ ہنستا۔۔۔

زوار ہمارے معاشرے میں مرد کے بغیر عورت کچھ بھی نہیں۔۔۔کتنی بھی پڑھی لکھی ہو۔۔۔کیسی بھی قابل کیوں نہ ہو۔۔۔بہت مشکل ہوتی ہے ایک عورت کی زندگی مرد کے سہارے کے بغیر۔۔۔میرا باپ بچپن میں ہی مر گیا۔۔۔بھائی کوئی ہے نہیں۔۔۔میں نے بہت سی جگہ اپنی ماں اور خود کو اس لیے بے بس پایا کہ ہم اکیلی عورتیں تھیں۔۔۔اب آپ کا سہارا ہے۔۔۔مجھے معاشرے میں سکون سے جینے کے لیے آپکی ضرورت ہے۔۔۔اس لیے ایسی باتیں مت کہیں۔۔۔ میں دوبارہ ویسی تکالیف سہنا نہیں چاہتی۔۔۔

آہا۔۔۔اچھی تقریر کی علیشہ۔۔۔شاباش۔۔۔اب مذاق اڑاتے نہیں لگ رہے یہ۔۔۔ویری (گڈ۔۔۔)

دل ہی دل میں خود کو داد دیتی وہ بغور زوار کا چہرہ دیکھ رہی تھی جہاں اب وہ غیر واضح مسکراہٹ بھی موجود نہ تھی۔۔۔

ہٹاؤ اپنا سر۔۔۔ بازو سن کر دیا ہے میرا۔۔۔

بیزاری سے اس کے سر کے نیچے سے اپنا بازو نکال کر زوار رخ موڑ کر لیٹ گیا۔۔۔علیشہ کو تو مزہ ہی آ گیا۔۔۔یعنی مسٹر اکڑو کی انا کو ٹھیس پہنچی تھی۔۔۔پیٹ پکڑے وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔۔۔سگریٹ ایش ٹرے میں مسل کر زوار پلٹ کر متعجب سا اسے دیکھنے لگا۔۔۔کشادہ پیشانی سلوٹوں سے پر تھی۔۔۔

کونسا لطیفہ سنایا ہے میں نے تمہیں۔۔۔؟

آپ کیا سمجھے تھے۔۔۔۔ میں تڑپ جاؤں گی۔۔۔۔؟اور کہو نگی۔۔۔۔ نہیں سر کار ایسامت کہیں۔۔۔۔ میں بھی آپکے پیچھے پیچھے چلی آؤں گی۔۔۔۔

منہ بگاڑ کر اس کی خوش فہمی پر ہنستی وہ زوار کو ایک آنکھ نہ بھائی۔۔۔۔ وہ جو سگریٹ کے جلے نشان پر لبوں کی نمی سے ٹھنڈک پہنچا رہا تھا۔۔۔۔ ایک دم اس پر جھکا اور اس کی ہنسی کا گلا گھونٹا اور پھر سے پیچھے ہو کر ڈبی سے نئی سگریٹ نکالنے لگا۔۔۔۔

بس کر دیں۔۔۔۔ یہ بہت نقصان دہ ہوتی ہے۔۔۔۔ جیسے شراب چھوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔۔۔۔ اس سے بھی جان چھڑانے کی کوشش کریں۔۔۔۔

نرمی سے اس کے ہاتھ سے سگریٹ لے کر علیشہ نے اسے توڑ بھی دیا تھا۔۔۔۔ گویا ناپسندیدگی کا بھرپور اظہار کیا تھا۔۔۔۔

زوار نے آئی بر و اٹھائیں پر کچھ کہا نہیں۔۔۔۔

میں دادی کے کمرے سے علیزہ کو لے آؤں۔۔۔ رات کو اٹھ کر روتی ہے وہ۔۔۔ دادی کی نیند خراب ہو گی۔۔۔

کھلے بالوں کا جوڑا بنا کر اس نے دوپٹا اوڑھا اور ٹیبل پہ ہنوز دھری کھانے کی ٹرے اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئی۔۔۔

پیچھے زوار نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے آنکھیں موند لی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب اسکی آنکھ کھلی تھی۔۔۔ علیزہ کا اس وقت رونا معمول کا حصہ بن چکا تھا جبھی علیشہ کو یوں رات کو اٹھنے کی عادت سی ہو گئی تھی۔۔۔ پر آج علیزہ کے رونے کی آواز نہ آئی تھی۔۔۔ وہ عادت سے مجبور پھر بھی اٹھ بیٹھی تھی۔۔۔ پہلے کاٹ میں نظر دوڑائی۔۔۔ وہاں علیزہ نہ تھی۔۔۔ وہ حواس باختہ سی مڑی تو زوار بھی اپنی جگہ موجود نہ تھا۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ گھبراہٹ کے عالم میں بیڈ سے اتر جاتی۔۔۔ گلاس ڈور کے پار۔۔۔ بالکونی میں اسے ایک ہیولہ نظر آیا۔۔۔ بالکونی کی روشنی بھی بند تھی۔۔۔ چاند کی مدھم دودھیا روشنی میں فوری طور پر وہ کوئی اندازہ نہ لگا پائی۔۔۔ مگر تھوڑا بہت غور کر کے اس نے جان لیا تھا۔۔۔ وہ زوار تھا۔۔۔ اور علیزہ اس کی باہنوں

میں تھی۔۔۔۔ وہ بہت دھیمی رفتار میں چہل قدمی کر رہا تھا۔۔۔۔ غالباً علیزہ نے ریں ریں لگائی ہو گی اور زوار اسے چپ کروا کر دوبارہ سلانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔ علیشہ کے لیے منظر دلفریب اور حیران کن تھا۔۔۔۔ زوار سے اسے ایسی امید نہ تھی۔۔۔۔ چلو شکر تھا۔۔۔۔ وہ شخص کسی رشتے کو لے کر تو مہربان تھا۔۔۔۔ آہستہ سے سر تکیے پہ گرا کر وہ کتنی ہی دیر تک یہ منظر آنکھوں کے سہارے دل میں اتارتی رہی۔۔۔۔ اور یونہی انہیں تکتی وہ جانے کب دوبارہ سو گئی۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

ایک ہفتے بعد نفیسہ بیگم بھی پاکستان چلی آئی تھیں۔۔۔۔ دولت کا غرور اب بھی ان کے انداز سے جھلکتا تھا لیکن علیزہ کے لیے ان کا روّیہ شفقت آمیز تھا۔۔۔۔ علیشہ سے بھی پہلے کے مقابلے میں بہتر انداز سے پیش آتی تھیں۔۔۔۔ علیشہ کے لیے یہ بھی بہت تھا۔۔۔۔ ورنہ شادی کے ان چند شروعاتی دنوں میں وہ اسے کافی کڑوی باتیں سنا چکی تھیں۔۔۔۔

زوار کا سارا دن اور اکثر شامیں بھی بزنس کی مصروفیات کی نظر ہو جاتی تھیں۔۔۔۔ وہ اپنا سارا بزنس پاکستان منتقل کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔۔۔۔ علیشہ نے اسکی وجہ جاننی ضروری نہیں سمجھی تھی۔۔۔۔ اس کے لیئے اتنا ہی کافی تھا۔۔۔۔ زوار اسکے آس پاس تھا۔۔۔۔ اس کے ساتھ تھا۔۔۔۔ اور وہ خود بھی اپنے پیاروں کے قریب تھی۔۔۔۔

نفیسہ بیگم کی بھی اپنی مصروفیات تھیں۔۔۔۔ وہ بھی کم ہی گھر پائی جاتی تھیں۔۔۔۔ان دونوں کی غیر موجودگی میں علیشہ بولائی بولائی پھرتی تھی۔۔۔۔علیزہ کا ساتھ نہ ہوتا تو اب تک اس تنہائی سے شاید پاگل سی ہو چکی ہوتی۔۔۔۔ وہ روز روز اپنے گھر بھی نہیں جا سکتی تھی۔۔۔۔ دادی بھی نفیسہ بیگم کے آنے کے بعد اپنے گھر جا چکی تھیں۔۔۔۔ انہیں اُس گھر کی۔۔۔۔اُس بے تکلفانہ ماحول کی عادت تھی۔۔۔۔زوار کے گھر میں سب کچھ تھا مگر وہ اپنائیت محسوس نہ ہوتی تھی۔۔۔۔ نہ در و دیوار سے۔۔۔۔ نہ مکینوں سے۔۔۔۔

علیزہ کے لیے بھی زوار نے اس کے لاکھ انکار کے باوجود ایک آیا کا انتظام کر دیا تھا۔۔۔۔ سو علیزہ کی وہ چھوٹی چھوٹی مگر بے شمار ذمہ داریاں جو وہ زوار کی آمد سے پہلے نبھایا جرتی تھی۔۔۔۔ان ذمہ داریوں سے بھی آزاد ہو چکی تھی۔۔۔۔اب اس کا کام صرف علیزہ کو فیڈ کرانا اور اس کے ساتھ کھیلنا تھا۔۔۔۔ باتیں کرنا تھا۔۔۔۔ نجانے کب وہ ایسے چونچلوں کی عادی ہو گی۔۔۔۔؟ بقول زوار کے۔۔۔۔اس کا اسٹینڈرڈ ہائی ہو گا۔۔۔۔! فی الحال تو اسے یہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔۔۔۔آگے پیچھے پھرتے ملازم۔۔۔۔ خاموشی۔۔۔۔ تکلف۔۔۔۔ نفیسہ بیگم اور زوار کے آنے جانے ٹائمنگ کچھ ایسی تھ کہ ایک ہی گھر میں رہنے کے باوجود دو تین دن بعد ان کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوتا تھا۔ علیشہ کے لیے یہ سب بہت حیران کن تھا۔۔۔۔ اور وہ ڈھائی مہینے بعد بھی حیران ہی ہوتی رہتی تھی۔۔۔۔ سب سے زیادہ جو چیز اسے بیزار کرتی تھی وہ تھی ہما۔۔۔۔ علیزہ کی آیا۔۔۔۔ جب وہ اسے اپنی بیٹی کے پیمپر چینج کرتے دیکھتی۔۔۔۔ نہاتے دھلاتے۔۔۔۔ کپڑے پہناتے دیکھتی تو اس کا دل چاہتا علیزہ کو اس سے چھین لے۔۔۔۔ وہ ایسا کر گزرتی اگر زوار آڑے نہ آتا۔۔۔۔ خدا جانے اسکی نیت کیا تھا۔۔۔۔؟ وہ اس کی آسانی اور آرام کا خواہاں تھا۔۔۔۔؟ وہ اسے اذیت دینا چاہتا تھا۔۔۔۔؟ کچھ باور کرانا چاہتا تھا۔۔۔۔؟

یا نفیسہ بیگم جیسا بنانا چاہتا تھا۔۔۔؟علیشہ کچھ سمجھنے سے قاصر تھی۔۔۔زوار کے آگے نہ پہلے کبھی اسکی چلی تھی نہ شاید کبھی چلنے والی تھی۔۔۔وہ بس بے بس تھی۔۔۔لاکھ چاہ کر بھی وہ خود کو بدل نہیں سکتی تھی۔۔۔وہ جو تھی۔۔۔جیسی تھی۔۔۔ویسی ہی رہنا چاہتی تھی۔۔۔ویسی ہی خوش تھی۔۔۔

پرانی علیشہ اور نیا لائف اسٹائل۔۔۔وہ کبھی خود کو میلے میں کھوئی بچی محسوس کرتی۔۔۔کبھی اسے اپنا آپ سونے کے پنجرے میں قید چڑیا جیسا لگتا۔۔۔

خیالات کے دھارے میں بہتی وہ ہما کی آواز پر چونک کر اسکی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔۔وہ علیزہ کو لیئے کھڑی تھی۔۔۔اس کا پیمپر اور کپڑے بدلوا کر لائی تھی۔۔۔ابھی اس نے ہما سے علیزہ کو لیا ہی تھا کہ گیٹ کیپر نے دونوں گیٹ وا کر کے کسی کی آمد کی اطلاع دی تھی۔۔۔زوار تو اتنی جلدی آنے سے رہا۔۔۔نفیسہ بیگم بھی کچھ دیر پہلے ہی پارٹی کے لیے نکلی تھیں۔۔۔

علیشہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔جانی پہچانی سی چھوٹی سی سیکنڈ ہینڈ کار تھی۔۔۔لیکن کس کی۔۔۔؟وہ مزید کچھ سوچتی کہ گاڑی کے چاروں دروازے کھٹا کھٹ وا ہوئے۔۔۔عزیز۔۔۔ستارہ بیگم۔۔۔عزیز کی والدہ۔۔۔وریشہ۔۔۔اور پھر وریشہ کا سہارا لیے دادی بھی باہر نکل آئیں۔۔۔

ساری کلفت لمحوں میں اڑن چھو ہوئی تھی۔۔۔علیشہ نہال سی ان کی طرف بھاگی اور باری باری خوب لپٹ کر سب سے گلے ملی۔۔۔ ستارہ بیگم نے علیزہ کو تھام لیا۔۔۔علیزہ بڑی فرینڈلی بچی تھی۔۔۔اس بوڑھے اجنبی چہرے کو فوراً ہی دوستانہ مسکراہٹ سے نواز دیا۔۔۔ ستارہ بیگم تو فدا ہی ہو گئیں۔۔۔

میں بتا نہیں سکتی۔۔۔آپ سب کو اچانک یہاں دیکھ کر میں کتنی خوش ہوں۔۔۔

تم نہیں بتا سکتیں اس لیے تمہارا چہرہ اچھی طرح بتا رہا ہے۔۔۔

وریشہ ہنسی۔۔۔علیشہ جھینپی۔۔۔ گلنار ہو رہا تھا اس کا چہرہ۔۔۔

امی نہیں آئیں۔۔۔؟

اس نے وریشہ سے پوچھا۔۔۔

ٹیوشن کی وجہ سے نہیں آ پائیں۔۔۔ وہ تو مجھے بھی نہیں آنے دے رہی تھیں۔۔۔ مگر میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مگر یہ محترمہ چڑھ کر بیٹھ گئیں گاڑی میں۔۔۔ اب کیا آسان ہے اس موٹو کو کھینچ تان کے نکالنا۔۔۔؟ چاہے گاڑی سے چاہے دل سے۔۔۔ سو ساتھ لے آئے۔۔۔

وریشہ کی بات کاٹ کر عزیز شوخی سے بولا تھا۔۔۔ سبھی ہنس دیے۔۔۔ عزیز کی امی نے بیٹے کو ہتھڑ رسید کیا۔۔۔ بڑا شوخا ہو رہا تھا۔۔۔ وریشہ نے شرما کر دوپٹے کا کونا کترنہ شروع کر دیا۔۔۔ علیشہ نے ٹھٹھک کر وریشہ کا شرمانا اور عزیز کا شوخی سے مسکرانا نوٹ کیا تھا۔۔۔ اس کی حیرت نوٹ کرتیں ستارہ بیگم نے اسے بتایا وہ وریشہ کا ہاتھ مانگ چکے ہیں اور چونکہ زرینہ بیگم کی طرف سے مثبت جواب مل چکا تھا سو جانے سے پہلے وریشہ کو عزیز کے نام کی انگوٹھی پہنا کر ہی جائینگے۔۔۔ اس بار کراچی آنے کا اصل مقصد ہی یہ تھا۔۔۔

علیشہ کو دلی خوشی ہوئی۔۔۔ عزیز بہترین انسان تھا۔۔۔ اس کی چھوٹی سی موٹی سی بہن کو بہت خوش رکھ سکتا تھا۔۔۔ پھر ایک اور خیال بھی آیا۔۔۔ شاید وریشہ اور عزیز کی شادی سے زوار کے دل میں پل رہے بے جا شکوک دم توڑ دیں۔۔۔ اس خیال کے آتے ہی اسے اپنا آپ اور ہلکا پھلکا محسوس ہونے لگا۔۔۔ اس کا موڈ اور بھی خوشگوار ہو گیا۔۔۔ بہت بہترین وقت گزار کر شاندار سا ڈنر کرنے کے بعد وہ لوگ رخصت ہو رہے تھے جب زوار کی گاڑی انٹر ہوئی تھی۔۔۔ عزیز کو تنہا اپنے گھر موجود پاتا تو

نجانے کیا قیامت برپا کر دیتا وہ جذباتی شخص۔۔۔سب کی موجودگی نے اس کے مزاج ٹھکانے پر ہی رکھے۔۔۔علیشہ کی منت بھری آنکھوں کی لاج رکھتے ہوئے سب سے بہتر طریقے سے ملا۔۔۔البتہ عزیز سے مصافحہ کرتے ہوئے اسے خشمناک نظروں سے دیکھنا نہیں بھولا تھا۔۔۔اور عزیز اس کی نظریں محسوس کر کے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔۔وہ بیچارہ سمجھنے سے قاصر تھا۔۔۔آخر اس سے خاص کھار کیوں کھاتا تھا زوار۔۔۔؟

سب کو رخصت کر کے وہ دونوں ساتھ ہی اندر بڑھے تھے۔۔۔

☆☆☆☆☆

سیاہ آبشار سے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے علیشہ آئینے میں اسے ہی دیکھ رہی تھی جو بیڈ پر اوندھا لیٹا علیزہ سے بچوں کی طرح باتیں کر رہا تھا۔۔۔کبھی کھلکھلاتا۔۔۔کبھی ہونٹ لٹکاتا۔۔۔اس کا پیٹ اور گردن اپنے منہ سے گدگداتا وہ اس وقت ایک آئیڈیل باپ لگ رہا تھا۔۔۔برش ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ کر وہ پلٹی اور نرمی سے مسکرائی۔۔۔

کل کو خدانخواستہ کوئی آپکی بیٹی کے ساتھ بھی وہی کرے جو آپ نے میرے ساتھ کیا تھا تو آپ تب بھی اپنی بیٹی کی شادی اس شخص سے کر کے معاملہ رفع دفع کر دینگے۔۔۔؟

دل میں اکثر سر اٹھاتا یہ سوال آج بے خیالی میں ہی اس کی نوکِ زبان پر آ ٹھہرا تھا۔۔۔زوار نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔۔۔ سیدھا ہو کر اٹھ بیٹھا۔۔۔ پھر اٹھ کر اس کے قریب چلا آیا۔۔۔اس کے تھپڑ کی سنسناہٹ آج بھی علیشہ کو اپنے گال پر محسوس ہوتی تھی۔۔۔اسے اپنے قریب آتے دیکھ کر وہ گھبراہٹ میں اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ تاکہ بھاگنے میں آسانی رہے۔۔۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامان کو بھی نظر میں رکھا۔۔۔ کونسی چیز سے جوابی وار کیا جا سکتا تھا۔۔۔

زوار نے جبڑے بھینچ کر بغور اس کا اڑا رنگ ملاحظہ کیا اور اگلے ہی پل فلک شگاف قہقہ لگا کر ہنس پڑا۔۔۔علیشہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔۔۔اس کا خیال تھا اگر وہ اسے ڈانٹے ڈپٹے گا بھی۔۔۔ تب بھی اندر سے کہیں شرمندہ بھی ہو گا۔۔۔ایک پل کو سہی۔۔۔ لیکن۔۔۔

فرسٹ۔۔۔ میری بیٹی تمہاری بھی اولاد ہے۔۔۔ کوئی الٹی سیدھی بات منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لیا کرو۔۔۔ سیکنڈ۔۔۔ میں اپنی بیٹی کو اتنا پراعتماد بناؤں گا کہ وہ اپنے مجرم کو سزا دینے کے لیے زمانے سے لڑ پڑے گی مگر پیچھے نہیں ہٹے گی۔۔۔ کمزور نہیں پڑے گی۔۔۔ جو اسے زک پہنچائے گا میری بیٹی اسے خون کے آنسو رلا دے گی۔۔۔ نہ کہ خود نیریں بہائے گی۔۔۔

زوار کا جواب بڑا خوبصورت لگتا اگر اس کا انداز علیشہ کا مذاق اڑانے والا نہ ہوتا۔۔۔ یعنی وہ علیشہ کے کمزور پڑنے پر اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔۔۔؟ توہین کے احساس سے علیشہ کا چہرہ تپنے لگا۔۔۔زوار نے

دلچسپی سے اس کے سرخ چہرے۔۔۔آنسوؤں سے بھری قہر ڈھاتی آنکھوں کو دیکھا۔۔۔پھر شانے اچکا کر آنکھوں میں شوخی لیے جھکنے لگا۔۔۔لیکن غم و غصے کے گہرے احساس میں گھری علیشہ بدک کر پہلے پیچھے ہوئی تھی۔۔۔

اس کا گال آہستہ سے تھپک کر وہ دوبارہ علیزہ کی طرف بڑھ گیا۔۔۔اب وہ علیزہ سے کہہ رہا تھا کہ اسے مضبوط اور نڈر بننا ہے۔۔۔اپنی ماں سا رنگ روپ رکھنے والی کو اپنی ماں کی کمزور لاچار پر سنالٹی نہیں اپنانی۔۔۔

ڈریسنگ ٹیبل سے کمر ٹکائے بیٹھی علیشہ اچھی طرح جانتی تھی وہ علیزہ کی آڑ میں مسلسل اسی پر چوٹ کر رہا تھا۔۔۔علیشہ کا دل چاہا اس کے سر پر کچھ دے مارے مگر ضبط سے مٹھیاں بھینچ کے رہ گئی۔۔۔وہ صحیح تو کہہ رہا تھا۔۔۔وہ نا صرف بدنامی کے ڈر سے خاموش ہو گئی تھی۔۔۔بلکہ بڑی خاموشی سے اپنے مجرم سے دل بھی لگا بیٹھی تھی۔۔۔اسے اپنے آپ سے شرمندگی ہوئی۔۔۔انتہائی شرمندگی۔۔۔

زوار اب علیزہ سے کوئی دوسری بات کر رہا تھا۔۔۔علیشہ بھی بمشکل خود کو سنبھالتی روم ریفریجریٹر کی طرف بڑھی۔۔۔پانی کے چند گھونٹ حلق میں اتار کر اپنے اندر پیدا ہوتی ہیجان خیزی کو کنٹرول کیا۔۔۔سہج سہج چلتی بیڈ تک آئی اور علیزہ کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔۔۔زوار نے بس اک نظر اس پہ ڈالی تھی۔۔۔

وہ۔۔۔۔ دو دن بعد۔۔۔۔ وریشہ کی منگنی ہے۔۔۔۔ عزیز بھائی کے ساتھ۔۔۔۔

قدرے ٹھہر ٹھہر کر اس نے مدعا اس کے سامنے رکھا۔۔۔ نظریں بھی اس کے وجیہہ چہرے پر ٹکائے رکھیں۔۔۔۔ جواب میں زوار نے اسے جن نظروں سے دیکھا تھا۔۔۔ وہ کچھ نہ کر کے بھی چور سی ہو گئی۔۔۔۔ تھوڑی حیران تھوڑی پریشان سی وہ اسے اٹھ کر بیٹھتے دیکھنے لگی۔۔۔۔

واہ واہ واہ۔۔۔۔

وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور باقاعدہ تالیاں بجانے لگا۔۔۔۔

علیشہ کے چہرے پر بیچارگی ہی بیچارگی پھیل گئی۔۔۔۔ اس کی امید کے برعکس زوار پھر سے اسی جنونی انداز میں لوٹ رہا تھا۔۔۔

مطلب۔۔۔۔ مطلب۔۔۔۔ بھئی واقعی واہ۔۔۔۔ تالیاں ہونی چاہئیں۔۔۔۔ اب چونکہ میں پاکستان آ گیا ہوں اور وہ غریب عاشق ہر دوسرے دن یہاں آ کر تم سے ملاقاتیں نہیں کر سکتا تو اب تمہاری ہی بہن کو پل بنا کر تمہارے قریب رہنے کا کا بہانہ پیدا کر رہا ہے۔۔۔۔ واؤ۔۔۔۔ تم اس کی چال تو دیکھو

URDUNovelians

عاشی۔۔۔ میں تو سچ مچ متاثر ہو گیا ہوں۔۔۔ عاشق ہو تو ایسا ہو۔۔۔ اتنا ہی گھٹیا ہو۔۔۔ آئی مین۔۔۔ سیریسلی۔۔۔؟ کیسے اس نے بہانہ بنایا ہے۔۔۔ کہ تمہارے گھر نہیں جا سکتا تو یوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زوار زوار۔۔۔ پلیز خاموش ہو جائیں۔۔۔ وہ اس دن کے علاوہ کبھی یہاں نہیں آئے تھے۔۔۔ آپ کی غیر موجودگی میں دادی میرے ساتھ رہی تھیں۔۔۔ آپ ان سے پوچھ لیں۔۔۔

مٹھیوں میں اپنے بال جکڑ کر وہ بے بسی کی انتہا کو پہنچی بولی تھی۔۔۔

اوہ شٹ اپ۔۔۔ تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہ محض اتفاق تھا کہ جس دن میں آیا وہ بھی اسی دن یہاں آیا تھا۔۔۔ پاگل سمجھتی ہو مجھے۔۔۔؟ اور دادی کی بھی خوب کہی تم نے۔۔۔ میں جب آیا وہ تب بھی تو اپنے کمرے میں تھیں۔۔۔ وہ اپنی دنیا میں گم تسبیح کے دانے گراتی رہتی ہیں۔۔۔ انہیں کیا پتہ باہر کیا گل کھل رہے ہیں۔۔۔

زوار آپ۔۔۔

چپ۔۔۔۔ میں بول رہا ہوں نا۔۔۔۔۔ جب یہ گھٹیا حرکتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی تو سنتے ہوئے کیوں ڈرامے کر رہی ہو۔۔۔۔؟ خاموش رہو۔۔۔۔

اس کے بولنے کو وا ہوئے لبوں پر اپنا بھاری ہاتھ جما کر وہ غرایا۔۔۔۔ اور پھر اس نے عزیز کے حوالے سے اس پر ایسی ایسی بہتان لگائیں کہ علیشہ کو اپنا لہو کھولتا محسوس ہوا۔۔۔۔ جبکہ جسم پر ٹھنڈے پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے تھے۔۔۔۔ اپنی صفائی میں کہنے کے لیے اس کے پاس بہت کچھ تھا مگر وہ بت بنی کھڑی رہی۔۔۔۔ اس کی وضاحتیں۔۔۔۔ دلائل۔۔۔۔ سب بیکار جانے تھے۔۔۔۔ وہ ہر ثبوت کو شک کی آگ میں جلا دیتا۔۔۔۔ پھر فائدہ لفظ ضائع کرنے کا۔۔۔۔؟

وہ تیزی سے پلٹی اور ڈریسنگ روم میں گھس گئی۔۔۔۔ زہر میں ڈوبے نشتر چلاتا زوار پل بھر کو تھما۔۔۔۔ پھر اس کے پیچھے ڈریسنگ روم میں گھس آیا۔۔۔۔ علیشہ جلدی جلدی اپنا کچھ ضروری سامان پیک کر رہی تھی۔۔۔۔

URDUNovelians

وہ۔۔۔۔ کیا نام ہے۔۔۔۔؟ ہاں۔۔۔۔ ستارہ دادی۔۔۔۔ وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ لوگ تمہارے ہی گھر ٹھہرے ہیں۔۔۔۔ صبر نہیں ہو رہا۔۔۔۔؟ ارے ابھی تو وہ گیا تھا۔۔۔۔ اتنی جلدی تڑپ گئیں دوبارہ ملنے کے لیے۔۔۔۔؟

اسے بیگ کرتے دیکھ کر وہ اندازہ لگا چکا تھا وہ جا رہی تھی۔۔۔۔ کہاں جا رہی تھی اس کا بھی اندازہ تھا۔۔۔۔

بڑے عیش ہو جائینگے نا جب تمہاری بہن پُل بن جائیگی تم دونوں کے درمیان۔۔۔۔ کسی کو کچھ پتا نہیں چلے گا۔۔۔۔ جب چاہو ایک دوسرے سے۔۔۔۔

بکواس بند کیجئے۔۔۔۔

بیگ گھسیٹ کر کمرے میں لاتی وہ حلق کے بل پوری قوت لگا کر چیخی تھی۔۔۔۔ اس کے حلق میں خراشیں پڑ گئی تھیں۔۔۔۔ ضبط کی شدت سے سرخ ہوتی آنکھوں میں جمع ڈھیروں پانی رخساروں پر بہہ نکلا تھا۔۔۔۔

کک۔۔۔۔ کسی۔۔۔۔ آدم خور درندے کے ساتھ رہ سکتا ہے انسان۔۔۔۔ لیکن ایک شکی مزاج۔۔۔۔ شکی مزاج شخص کے ساتھ نہیں۔۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔۔

تو میں نے کب روکا ہے تمہیں۔۔۔؟ خود ہی گلے پڑی ہو میرے۔۔۔ جاؤ۔۔۔ اب کوئی بدنامی بھی نہیں ہو گی۔۔۔ میرے سر پر سوار رہنے کی اب کوئی وجہ نہیں رہتی۔۔۔ نکلو۔۔۔ اپنے عزیز کی بانہوں میں پناہ لو۔۔۔ اور اسے کہیں نہیں لے جاسکتی تم۔۔۔ تم تو اسے ختم کرنے کی بات کر رہی تھیں نا۔۔۔؟ چلو جاؤ۔۔۔ علیزہ اپنے باپ کے ساتھ رہے گی۔۔۔

اسے علیزہ کی طرف بڑھتے دیکھ کر زوار جلدی سے درمیان میں آیا اور اس کی کلائی دبوچ کر۔۔۔ دوسرے ہاتھ سے اس کا بیگ اٹھائے تقریباً گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر لے آیا۔۔۔ اکا دکا کل وقتی ملازمین نے جھکی حیران نظروں سے روتی بلکتی علیشہ اور بے رحمی سے اسے گھسیٹتے زوار کو دیکھا تھا۔۔۔ نفیسہ بیگم گھر میں موجود نہ تھیں۔۔۔

چوکیدار کے ساتھ باتوں میں مگن سہیل زوار کو گیراج کی طرف بڑھتے دیکھ کر جلدی سے اس کے پیچھے بھاگا آیا تھا۔۔۔ اس نے بھی علیشہ کا رونا اور کلائی چھڑوانے کی کوشش کرنا حیرت سے دیکھا تھا لیکن اپنی حیرت ظاہر نہیں ہونے دی تھی۔۔۔

زوار نے اسے بیگ تھمایا۔۔۔ گاڑی میں رکھنے کا حکم بھی دیا۔۔۔ سہیل نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔۔۔

آگے بڑھ کر زوار نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور جھٹکے سے علیشہ کو اندر بٹھا کر دروازہ زوردار انداز میں بند کیا۔۔۔

سہیل۔۔۔ میڈم کو ان کے گھر چھوڑ آؤ۔۔۔

زوار سہیل کو حکم جاری کرتا بغیر علیشہ پر ایک بھی نظر ڈالے واپس چلا گیا جبکہ سہیل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔۔۔ علیشہ کے رونے میں ایسی شدت تھی کہ معاملے کی نوعیت سے واقف نہ ہونے کے باوجود سہیل کی تمام ہمدردیاں علیشہ کی سائڈ ہو چکی تھیں۔۔۔

گاڑی کے دروازے سے چپکی وہ سر دونوں ہاتھوں میں گرائے آگے پیچھے ہلتی روئے جا رہی تھی۔۔۔ روئے جا رہی تھی۔۔۔ روئے ہی جا رہی تھی۔۔۔ اسے معلوم تھا۔۔۔ بلکہ یقین تھا زوار کل تک اسے واپس گھر لانے کے لیے اسکے گھر پہنچ جائے گا۔۔۔ علیزہ کو اس نے اسی لیے اپنے پاس رکھا تھا تاکہ علیزہ کا بہانہ بنا سکے۔۔۔ واپس لانے کے لیے کچھ تو کہنا تھا اسے۔۔۔ اور وہ انا کا مارا یہ تو کہنے سے رہا کہ " گھر آ جاؤ۔۔۔ میں یاد کر رہا ہوں۔۔۔ میں شرمندہ ہوں۔۔۔ " نہیں۔۔۔ وہ ایسا کچھ نہیں کہے گا۔۔۔ علیزہ کا حوالہ دے کر وہ اس کی ممتا پر احسان جتائے گا۔۔۔ اسے واپس لے جائیگا۔۔۔ یعنی ایک بار پھر علیشہ غلط ثابت ہو گی۔۔۔ علیشہ کمزور ہو جائیگی۔۔۔ علیشہ ہار جائیگی۔۔۔ اور وہ خود غلط کرنے کے باوجود اسکی ذات پر احسان جتائے گا۔۔۔ معتبر بن جائیگا۔۔۔

آخر کب تک یہ سب چلے گا۔۔۔؟زندگی تو نجانے کب تک ساتھ نبھائے گی۔۔۔؟ وہ کب تک زوار کے ایسے رویئے کو برداشت کریگی۔۔۔؟کب تک۔۔۔؟کب تک۔۔۔؟آخر کب تک۔۔۔؟

بس بہت ہو گیا۔۔۔اس نے روتے روتے ایک دم اپنا چہرہ اٹھایا تھا۔۔۔بیک ویو مرر سے گاہے بگاہے اس پر نظر ڈالتے سہیل نے ٹھٹھک کر اس کا شدت گریہ سے سرخ پڑتا چہرہ اور پر عزم تاثرات دیکھے تھے۔۔۔

اب میں اس کا کھلونا نہیں بنوں گی۔۔۔جسے جب چاہے وہ سینے سے لگائے اور جب چاہے دھتکار دے۔۔۔جب چاہے جو چاہے کہہ دے اور دل چھلنی کر دے۔۔۔پھر زخم زخم ہوئے دل کی دوا بن جائے۔۔۔بس بہت ہو گیا۔۔۔اب میں نہیں جاؤں گی واپس۔۔۔اسے جو سمجھنا ہو سمجھے۔۔۔مجھے جس کے ساتھ جوڑنا ہے جوڑے۔۔۔جیسے بھی الزام لگانے ہیں لگائے۔۔۔میں خود کو اور ذلیل نہیں کرنے دونگی اسے۔۔۔جتنا گر سکتی تھی گر گئی ہوں میں اپنی نظروں میں۔۔۔اپنے جس مجرم کو مجھے سزا دینی تھی میں نے اسے دل دے دیا۔۔۔بس یہ میری آخری حماقت تھی۔۔۔(اور بہت بڑی حماقت تھی۔۔۔) بس۔۔۔اب بس۔۔۔!

وہ ارادے باندھتی رہی۔۔۔ خود کو سمجھاتی رہی۔۔۔ آنسو بہاتی رہی۔۔۔ یہاں تک کہ اس کا گھر آ گیا۔۔۔ دوپٹے سے اچھی طرح اپنا چہرہ صاف کر کے وہ گاڑی سے باہر نکلی۔۔۔ سہیل سے بیگ لے کر وہ اچانک بہہ نکلنے والا آخری آنسو بھی گال سے صاف کرتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆

آفس میں اس کی شدید ضرورت تھی لیکن وہ تمام مصروفیات پس پشت ڈالے اچانک ہی آفس سے اٹھ کر یہاں چلا آیا تھا۔۔۔ علیشہ کے گھر کے باہر تپتی دھوپ میں بیل پر انگلی رکھے۔۔۔ اس کا سفیدی مائل گندمی رنگ سنہری دھوپ میں چمک رہا تھا۔۔۔ آنکھوں پر ٹکے کالے چشمے کے پیچھے چھپی اس کی غلافی آنکھیں مضطرب تھیں پر چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔۔۔ گرے پینٹ کے اوپر اس نے سفید بوشرٹ پہن رکھی تھی۔۔۔ جس کے اوپری دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔۔۔ گرمی کی شدت سے پھوٹتے پسینے سے شرٹ اس کے جسم سے چپکی جا رہی تھی۔۔۔ آج کل دن حبس زدہ تھے جبکہ شام میں ٹھنڈی خوش گوار ہوائیں چلا کرتی تھیں۔۔۔ بہر حال۔۔۔ اس وقت۔۔۔ دوپہر کے ساڑھے تین بجے تو وہ گرمی سے بے حال تھا۔۔۔ چڑچڑایا ہوا سا۔۔۔

دوسری بیل پر دروازہ کھول دیا گیا تھا۔۔۔ کھولنے والی وریشہ تھی۔۔۔ زوار کا خیال تھا وہ اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کریگی۔۔۔ حیران ہو گی۔۔۔ اسکی آمد کے ڈنکے بجائے گی۔۔۔ مگر وہ سنجیدگی سے سلام کر کے سائڈ ہو گئی تھی۔۔۔ چہرے پر مروت بھری مسکراہٹ بھی نہ تھی۔۔۔ اندر داخل ہوتے زوار کو گڑبڑ کا احساس ہوا۔۔۔

کہیں علیشہ نے گھر میں سب کچھ بتا تو نہیں دیا۔۔۔؟ نہیں۔۔۔ علیشہ ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔ نو۔۔۔ نو وے۔۔۔

خود کو اندر ہی اندر مطمئن کرتا وہ وریشہ کی تقلید میں دادی کے کمرے میں چلا آیا تھا۔۔۔ دادی کے بڑے سے کمرے کی سیٹنگ آج چینج تھی۔۔۔ اندر اضافی پلنگ وغیرہ طریقے سے سیٹ کیئے گئے تھے۔۔۔ غالباً مہمانوں کے ٹھہرنے کی وجہ سے۔۔۔ وہ سب کو سلام کرتا صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔ سن گلاسز اتار کر ہاتھوں میں پکڑ لیئے۔۔۔ چہرے پر الجھن تھی۔۔۔ سرخ ڈوروں والی آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے تھے۔۔۔ جو اسکے رت جگے کی غمازی کرتے تھے۔۔۔

اپنی داڑھی سہلاتے ہوئے زوار نے درزیدہ نظروں سے سب کے چہرے دیکھے تھے۔۔۔ دادی کی بوڑھی آنکھیں جن میں اسے ہر وقت اپنے لیے مامتا نظر آتی تھی۔۔۔ آج اس سے خفا خفا سی تھیں۔۔۔ زرینہ بیگم غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے اسے روائتی داماد والا پروٹوکول دینے پر آمادہ نظر

نہیں آرہی تھیں۔۔۔۔ ستارہ بیگم چادر کے نقش و نگار پر انگلی پھیر رہی تھیں۔۔۔۔اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھیں۔۔۔۔ رہ گئیں عزیز کی والدہ۔۔۔۔ تو وہ جھکی نظریں اٹھا کر وقتاً فوقتاً ایک خشمگیں سی نگاہ اس پر ڈال لیا کرتی تھیں۔۔۔۔ وریشہ اسے یہاں چھوڑ کر کمرے سے باہر جا چکی تھی۔۔۔۔ انداز اس کا بھی لیا دیا ہی تھا۔۔۔۔ زوار کو اپنا خدشہ درست لگنے لگا۔۔۔۔ وہ ان مہربان چہروں پہ اپنے لیے ایسی سرد مہری دیکھنے کا عادی نہ تھا۔۔۔۔ اسے یہ بیگانگی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔۔۔۔

مم۔۔۔۔آہم۔۔۔۔ میں علیشہ کو لے جانے آیا ہوں۔۔۔۔ علیزہ کو اس کی ضرورت ہے۔۔۔۔ وہ اپنی آپا سے بھی نہیں سنبھل رہی۔۔۔۔اب۔۔۔۔آں۔۔۔ علیشہ۔۔۔۔

توقع کے مطابق اس نے علیزہ کو بہانہ بنایا تھا۔۔۔۔ کمرے کے باہر کھڑی علیشہ نے ٹھنڈی سانس بھری اور آنسو اندر اتارتی پر اعتماد سی کمرے میں چلی آئی۔۔۔۔ زوار اسے دیکھ کر چونک گیا۔۔۔۔ خشک لبوں پر زبان پھیری۔۔۔۔ کمرے میں پل بھر کو ہلچل سی مچی تھی۔۔۔۔ دادی نے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔۔ وہ چپ چاپ ان کے نزدیک بیٹھ گئی۔۔۔۔

اگر علیزہ کو میری ضرورت ہے تو اسے یہاں میرے پاس لے آئیں۔۔۔۔ کیونکہ میں تو اب دوبارہ اس گھر نہیں جاؤنگی۔۔۔۔

علیزہ کا لہجہ متوازن تھا۔۔۔زوار نے تعجب سے اسے اور پھر باقی سب کو دیکھا۔۔۔

ہم گھر چل کر بات کرتے ہیں عاشی۔۔۔ یہاں سب کو پریشان کر دیا ہے تم نے۔۔۔ ذرا سب کی طرف دیکھو تو سہی۔۔۔امم۔۔۔ایکچلی۔۔۔ بس تھوڑا سا جھگڑا ہو گیا تھا رات کو۔۔۔ یہ بیگ اٹھائے گھر چھوڑ آئی۔۔۔

علیشہ کو جواب دیتے ہوئے اس نے باقی سب کو بھی ساتھ ہی مخاطب کر لیا۔۔۔ چہرے پر مختصر سی مصنوعی مسکان بھی سجالی۔۔۔

وہ گھر چھوڑ آئی یا تم نے نکال دیا۔۔۔؟

زرینہ بیگم نے تلخی سے پوچھا تھا۔۔۔

زوار نے لب بھینچ لیئے۔۔۔ چہرے کے عضلات ایک دم تن سے گئے تھے۔۔۔ایک تیز نظر علیشہ پر ڈالی تھی۔۔۔

وہ خود چھوڑ کر آئی ہے۔۔۔۔اس نے سامان خود پیک کیا تھا۔۔۔۔یہ گھر سے نکل رہی تھی۔۔۔۔میں نے ہاتھ پکڑ کر گاڑی تک چھوڑ دیا تو مطلب گھر سے نکال دیا۔۔۔۔؟آپ لوگوں کی نظر میں ہاتھ پکڑ کر گاڑی تک چھوڑ دینا اگر ظلم عظیم ہے تو اب میں مداوا کرنے آیا ہوں نا۔۔۔۔آگیا ہوں واپس لے جانے۔۔۔۔

اس کا انداز بھی اب بالکل سپاٹ تھا۔۔۔۔

تم اس پر عزیز کے حوالے سے شک بھی کرتے ہو۔۔۔۔؟اسے ذہنی طور پر ٹارچر کرتے ہو۔۔۔۔؟ ارے میرے بیٹے کے ساتھ کیوں بدنام کرتے ہو اس بیچاری کو۔۔۔۔؟ان کے رشتے کی حساسیت کو تو سمجھو۔۔۔۔کسی کے کانوں میں پڑ گیا تمہارا یہ الزام تو کیا ہوگا۔۔۔۔؟ شوہر تو بیوی کا محافظ ہوتا ہے۔۔۔۔اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتا۔۔۔۔کسی غیر مرد کے منہ سے اپنی بیوی کا ذکر پسند نہیں کرتا لیکن تم کیسے شوہر ہو جو خود بے وجہ اپنی بیوی کا نام کسی اور کے ساتھ جوڑتے ہو۔۔۔۔اس بے ہودگی سے تمہاری کون سی حس کو سکون ملتا ہے۔۔۔۔ ہیں۔۔۔۔؟

عزیز کی امی اچانک ہی بھڑک اٹھی تھیں۔۔۔۔زوار نے ششدر نظروں سے علیشہ کو دیکھا تھا۔۔۔۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔۔۔۔تو کیا علیشہ واقعی سب کو سب کچھ بتا چکی تھی۔۔۔۔؟ نہیں سب کچھ نہیں۔۔۔۔شادی سے پہلے جو حرکت اس سے سرزد ہوئی تھی وہ تو نہیں بتائی ہوگی۔۔۔۔اس نے خود کو

یقین دلایا تھا۔۔۔ کیونکہ اس معاملے میں غلطی نہ ہونے کے باوجود علیشہ خود بھی طعنوں کی زد میں آ سکتی تھی۔۔۔اس پر بھی انگلیاں اٹھ سکتی تھیں۔۔۔

تم نے۔۔۔ سب بتا دیا۔۔۔؟

عزیز کی والدہ کے واویلے کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے علیشہ سے پوچھا تھا۔۔۔ گردن کی رگیں ابھر رہی تھیں۔۔۔

جی۔۔۔ میں رات کے ایک بجے اپنے گھر پہنچی تھی۔۔۔ بیگ لیئے۔۔۔روتے ہوئے۔۔۔ کوئی جواب تو دینا تھا سب کو۔۔۔ تو میں نے سچ بتانے کا فیصلہ کیا۔۔۔ کیونکہ میں فیصلہ کر چکی ہوں میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔۔۔ پھر پردہ رکھنے کا فائدہ۔۔۔؟

علیشہ کی آواز مستحکم تھی۔۔۔ زوار نے ہونٹ سکیڑ کر آئی برو اچکائی۔۔۔ پھر دھیرے سے طنزیہ ہنسا۔۔۔

علیزہ کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے۔۔۔؟

اگر آپ اسے خود پالنا چاہیں تو پا لیئے۔۔۔ نہیں۔۔۔ تو مجھے دے جایئے۔۔۔ جو آپ کو مناسب لگے۔۔۔

اس کا سکون قابل دید تھا۔۔۔ اندر اٹھتے بھونچال۔۔۔ آہوں کراہوں کی آواز کسی کو سنائی نہ دی تھی۔۔۔ زوار نے بے چین ہو کر کنپٹی مسلنی شروع کر دی۔۔۔ لیکن سرد نظریں اسی پر جمی تھیں۔۔۔ وہ کل والے ہلکے گلابی لباس میں ہی تھی۔۔۔ وہ بے شکن لباس اس وقت شکنوں سے پر تھا۔۔۔ بالوں کو شاید آج سنوارا نہ گیا تھا۔۔۔ الجھے سلجھے سے جوڑے میں قید تھے۔۔۔ چہرے پر زردیاں کھنڈی تھیں۔۔۔ آنکھوں کا حال زوار کی آنکھوں جیسا ہی تھا۔۔۔ سرخ ڈوریاں اور حلقے۔۔۔ یعنی رت جگا اس کے نصیب میں بھی آیا تھا۔۔۔

تمہیں اندازہ ہے۔۔۔؟ بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ لیکن تمہیں کیا پرواہ۔۔۔؟ تم تو وہ ہو نا جو اپنی اولاد کو ختم کرنے کی بات کر رہی تھیں۔۔۔؟ ابارشن چاہتی تھیں تم۔۔۔؟ پریگننسی کی نیوز پر وہ رونا دھونا۔۔۔ وہ تماشہ اسی لیے تو تھا۔۔۔

جب علیشہ نے پردے ہٹانے کے فیصلے کر ہی لیے تھے تو وہ کیوں پیچھے رہتا۔۔۔ گزشتہ حالات کو اپنے لفظوں کے زریعے اپنی مرضی کے معنی پہناتا وہ سب کو دنگ کر گیا۔۔۔ سب کی بے یقین نظریں علیشہ

کی طرف اٹھی تھیں۔۔۔اور علیشہ کی نظریں بے اختیار جھک گئی تھیں۔۔۔زوار کو سچا ثابت کرنے کے لیے یہ کافی تھا۔۔۔

علیشہ یہ۔۔۔یہ کہہ رہا ہے زوار۔۔۔؟ سچ کہہ رہا ہے۔۔۔؟ بولو۔۔۔؟

غصے کی دھیمی آنچ لیئے زرینہ بیگم نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔۔۔ باقی سب بھی دنگ تھے۔۔۔ خاندان میں کب کسی عورت نے ایسی فضول خواہش کی تھی۔۔۔اپنی اولاد کو ختم کرنا چاہتی تھی وہ۔۔۔؟ چہ۔۔۔افسوس۔۔۔افسوس صد افسوس۔۔۔

سب کے انداز دیکھ کر زوار کو اندازہ ہو چکا تھا کہ علیشہ نے واقعی اب تک کسی کو اس کی وہ حرکت نہیں بتائی تھی جو اس شادی کی وجہ بنی تھی۔۔۔وہ اور مطمئن ہو گیا۔۔۔ پھیل کر بیٹھ گیا۔۔۔آنکھوں کی چمک لوٹ آئی۔۔۔

امی۔۔۔میں۔۔۔آپ میری۔۔۔مطلب۔۔۔میں آپ سے۔۔۔

سب کو اپنی طرف حیرت سے دیکھتا پا کر علیشہ کا تمام اعتماد ہوا ہو گیا تھا۔۔۔انہی اپنوں کے سہارے تو وہ پر اعتماد کھڑی تھی۔۔۔اچانک سب کی نظروں میں در آتی بے یقینی غم و غصہ اس کے قدم ڈگمگا رہا تھا۔۔۔وہ اس بات کی کیا وضاحت دیتی۔۔۔؟جو سچ تھا وہ تو شاید کبھی نہ بتا پاتی۔۔۔اور کیا وجہ بتاتی کہ سب کی اٹھی نظریں اس کے وجود سے ہٹ جائیں۔۔۔وہ کیسے بتاتی کہ علیزہ کے ننھے ہاتھ چومتے ہوئے۔۔۔اس کی کلکاریوں پر جھومتے ہوئے۔۔۔وہ کتنی بار اپنے اس جذباتی جملے پر خود پر لعنت بھیجتی تھی۔۔۔؟کیسے سمجھاتی سب کو۔۔۔؟

اسے لگا تھا زوار کے پاس اپنے رویئے کو لے کر کوئی وضاحت نہیں ہو گی۔۔۔کوئی جواب نہیں بن پائیگا اس سے۔۔۔لیکن وہ غلط تھی۔۔۔بے کسی کی انتہا کو پہنچ کر بے اختیاری میں جو بات اس کے منہ سے نکلی تھی وہ اسی کا سہارا لیئے اسے جھکا رہا تھا۔۔۔ہرا رہا تھا۔۔۔

جذباتیت میں کہی اس بات پر اگر زوار اس کی مخالفت نہ بھی کرتا وہ تب بھی ایسا کبھی نہ کرتی۔۔۔وہ ایک بے اختیاری میں ادا ہوا جملہ تھا۔۔۔یہ بات زوار بھی جانتا تھا۔۔۔وہ خود بھی جانتی تھی۔۔۔کیونکہ وہ دونوں وجہ بھی جانتے تھے۔۔۔لیکن باقی سب کو کیا کہتی۔۔۔؟

URDUNovelians

اسے کمزور پڑتے دیکھ کر زوار نا محسوس انداز میں مسکرا دیا۔۔۔

دادی۔۔۔آپ کو یاد ہے رخشندہ کس طرح علیشہ کی پریگنینسی کے دوران اس کے آگے پیچھے رہی تھی۔۔۔؟وہ اس لیے کیونکہ میں نے اس حکم دیا تھا۔۔۔میں اس کی ضد سے ڈر گیا تھا۔۔۔میں

وہاں سات سمندر پار اپنے بزنس کے بکھیڑوں میں الجھا تھا۔۔۔ وہاں اتنے مسائل کھڑے تھے اور یہاں علیشہ۔۔۔۔۔۔ میں اس دوران کتنی ذہنی اذیت جھیلتا رہا میں نہیں بتا سکتا۔۔۔ اس کی خوشی کے لیے میں نے پاکستان سیٹل ہونے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔ صرف اسکے لیے۔۔۔ اس نے مجھ سے کہا یہ پاکستان رہنا چاہتی ہے۔۔۔ اپنے عزیزوں کے درمیان۔۔۔

وہ رکا۔۔۔ وریشہ کا لایا شربت لبوں سے لگایا۔۔۔ خشک ہوتے حلق کو تر کیا۔۔۔ خود کو آنکھیں پھاڑے تکتی علیشہ کو دیکھا۔۔۔ پھر دوبارہ گویا ہوا۔۔۔

اگر آپ لوگوں کو میرے کہے پر یقین نہیں تو آپ اس سے پوچھیں۔۔۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔۔۔؟

سب کی نظریں پھر سے علیشہ کی طرف اٹھی تھیں۔۔۔ علیشہ لب بھینچ گئی۔۔۔ وہ غلط نہیں کہہ رہا تھا مگر غلط طریقے سے کہہ رہا تھا۔۔۔ الفاظ جھوٹے نہ تھے لہجہ جھوٹا تھا۔۔۔ کہیں الزام دیتا ہوا۔۔۔ کہیں مظلوم سا۔۔۔

اس نے زوار سے ایک بار خواہش کی تھی پاکستان شفٹ ہونے کی۔۔۔۔ لیکن اس دن وہ بڑے خوشگوار موڈ میں باتیں کر رہے تھے جب اس نے یہ خواہش کی تھی۔۔۔۔ کوئی زور زبردستی تو نہیں کی تھی اس نے۔۔۔۔ کوئی ضد نہیں تھی وہ۔۔۔۔ ایک سادہ سی خواہش تھی بس۔۔۔۔ لیکن زوار کا انداز اس وقت ایسا تھا جیسے علیشہ نے اسے بہت ذہنی ٹارچر کیا ہو پاکستان شفٹ ہونے کے لیے۔۔۔۔

پلیز عاشی۔۔۔۔ بہت ہو گیا۔۔۔۔ پلیز گھر چلو۔۔۔۔ علیزہ تمہارے لیے تڑپ رہی ہے۔۔۔۔

وہ اچانک جیسے اس سب سے اکتا کر منت بھرے لہجے میں بولا تھا۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔ میں واپس جانے کے لیے نہیں آئی۔۔۔۔

علیشہ ہٹ دھرمی سے بولی۔۔۔۔ علیزہ کا سوچ کر دل کانپا مگر وہ اگر آج ہار گئی تو زوار کو اس پر کھلی چھوٹ مل جائیگی۔۔۔۔ اسے نہیں ہارنا تھا۔۔۔۔ ورنہ ساری زندگی وہ اس ذہنی مریض کے ساتھ ذہنی اذیت جھیلتے گزار دیتی۔۔۔۔ آج آر یا پار ہونا تھا۔۔۔۔

لیکن اس سب میں عزیز کا کیا ذکر۔۔۔۔ عزیز کو کیوں بدنام کرتے ہو۔۔۔۔؟

عزیز کی والدہ نے بے چینی سے سوال اٹھایا۔۔۔ لہجہ پہلے کی طرح تند و تیز نہیں تھا۔۔۔آنکھوں میں علیشہ کے لیے خفگی بھی تھی۔۔۔

عزیز۔۔۔ عزیز کا نام لینے کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں لیکن کچھ تو محسوس کیا تھا نا میں نے۔۔۔

اس کی اس بات پر زرینہ بیگم کے پہلو سے چپکی بیٹھی وریشہ بے چین ہو گئی۔۔۔ عزیز کی والدہ اور ستارہ بیگم نے کچھ کہتی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔۔۔ پھر علیشہ کو۔۔۔اور پھر سے زوار کو۔۔۔

ورنہ ایسے کون اپنی بیوی پر الزام لگاتا ہے۔۔۔

یہ جملہ ادا کرتے ہوئے زوار کو پہلی بار کچھ بے اطمینانی محسوس ہوئی۔۔۔اسے لگا جیسے وہ بھرے مجمعے میں علیشہ کا لباس تار تار کر رہا ہو۔۔۔اس نے بے اختیار لب بھینچ کر خود کو مزید کچھ کہنے سے روکا تھا۔۔۔ وہ اکیلے اسے جو بھی کہہ دیتا۔۔۔ کیسے بھی بہتان لگا دیتا۔۔۔ لیکن سب کے سامنے۔۔۔!

اس نے بے چین نظریں اٹھا کر سب کی طرف دیکھا۔۔۔سب کی سب منڈیاں علیشہ کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور علیشہ کا سر جھکا ہوا تھا۔۔۔آنکھوں سے ٹپاٹپ آنسو گرتے دامن بھگو رہے تھے۔۔۔شاید اس کے دامن پہ لگائے گئے داغ دھونے کی اپنی سی کوشش کر رہے تھے۔۔۔زوار کے دل کو کچھ ہوا۔۔۔سب کی علیشہ کی جانب اٹھی بے اعتبار نظریں اور علیشہ کا بے قصور ہو کر بھی جھک جانا۔۔۔رونا۔۔۔بے بس ہونا۔۔۔وہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔سب کی منڈیاں اس کی جانب گھوم گئیں۔۔۔

اب ہمیں گھر چلنا چاہیئے۔۔۔ تمہیں گھر چھوڑ کر آفس جاؤں گا میں۔۔۔اہم میٹنگ ہے۔۔۔ میری شرکت ضروری ہے۔۔۔

اس بار اس نے بالکل سچ بولا تھا۔۔۔سب کی نظروں میں وہ اور مہان بن گیا۔۔۔اپنی اہم میٹنگ چھوڑ کر وہ اس نواب زادی کو لے جانے آیا تھا۔۔۔ کتنا عظیم شخص تھا نا۔۔۔؟

وریشہ جاؤ اس کا بیگ لے کر آؤ۔۔۔

اس سے پہلے کہ علیشہ ایک بار پھر انکار کرتی۔۔۔۔زرینہ بیگم نے وریشہ کو حکم جاری کیا۔۔۔انداز قطعی تھا۔۔۔وریشہ فوراً اٹھ کے بھاگی۔۔۔علیشہ نے شاکڈ ہو کر انہیں دیکھا جو دانستہ اسے نہیں دیکھ رہی تھیں۔۔۔

علیشہ۔۔۔گھر کے جھگڑے اپنے گھر میں ہی نمٹانے کی عادت ڈالو۔۔۔اچھی لڑکیوں کے یہ طریقے نہیں ہوتے۔۔۔اچھی لڑکیوں کے یہ طریقے نہیں ہوتے۔۔۔رات گئے بیگ پیک کر کے گھر سے نکل پڑیں۔۔۔

زرینہ بیگم سنجیدگی سے کہتیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔۔۔داماد کی خاص خاطر مدارات تو نہ کر پائیں لیکن اب خوب عزت کے ساتھ رخصت کرنے کا ارادہ کر چکی تھیں وہ۔۔۔

خالی خالی نظریں زرینہ بیگم سے ہٹا کر اس نے زوار کو دیکھا۔۔۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔نظریں چار ہونے پر چہرہ موڑ لیا۔۔۔

دادی بھی انہیں رخصت کرنے کو اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔۔۔ستارہ بیگم نے زوار اور علیشہ کے سر پر تھپکی دی۔۔۔دعائیں دی۔۔۔غلطیاں در گزر کر کے ساتھ رہنے کی تاکید کی۔۔۔وہ اندازہ لگانے سے ناقاصر تھیں کہ کون صحیح تھا کون غلط۔۔۔سو انھوں نے بیچ کی راہ اپنائی۔۔۔جبکہ عزیز کی والدہ اپنی جگہ بیٹھی رہیں۔۔۔علیشہ کو نافہم نظروں سے دیکھے جا رہی تھیں۔۔۔زوار نے ایسا کیا محسوس

کیا تھا کہ خود ہی اپنی بیوی پر بھری محفل میں کیچڑ اچھال رہا تھا۔۔۔؟ زوار کوئی جاہل اجڈ مرد تو نہیں تھا۔۔۔ فرنگیوں کے ساتھ آزاد ماحول میں پروان چڑھا تھا۔۔۔ بڑے بڑے تعلیمی اداروں سے تعلیم حاصل کی تھی اس نے۔۔۔ بیکار شک کیوں کرے گا وہ۔۔۔؟

رات سے وہ علیشہ کی ہمدردی میں گھل رہی تھیں۔۔۔ لیکن اب انہیں علیشہ عجیب لگنے لگی۔۔۔ عزیز پسند تھا تو عزیز کے لیے "ہاں" کہنی تھی نا۔۔۔ پہلے انکاری کیوں ہوئی تھی۔۔۔؟ وہ سوچ کے رہ گئیں۔۔۔ جواب نہ ملا۔۔۔

ان کی عادت تھی۔۔۔ ہر معاملے پر فوری اور شدید ری ایکشن دیتی تھیں۔۔۔ غصہ ہمدردی پیار نفرت۔۔۔ ہر تاثر موقعہ پہ ظاہر کرتی تھیں۔۔۔

اٹھو علیشہ۔۔۔

زرینہ بیگم نے اسے خفگی سے مخاطب کیا۔۔۔ علیشہ ٹھس بیٹھی رہی۔۔۔ چپ چپ تھی۔۔۔ گم صم تھی۔۔۔ مگر اس خاموشی میں ضد تھی۔۔۔

زوار لب بھینچے آگے بڑھا اور اس کی کلائی تھام کر اٹھنے پر مجبور کر دیا۔۔۔علیشہ نے حیرت انگیز طور پر کوئی مزاحمت نہ کی تھی۔۔۔یعنی جیسے چلانا چاہو چلاؤ اب میں کچھ نہیں کہتی۔۔۔میری امیدیں توڑ دی ہیں میرے اپنوں نے۔۔۔!

سپاٹ چہرہ لیئے وہ مرے مرے قدموں سے زوار کے پیچھے پیچھے قدم گھسیٹتی مین دروازے کی طرف بڑھنے لگی جب صحن میں کھلنے والی کھڑکی سے عزیز کی والدہ کی تلخ آواز باہر آئی۔۔۔اور ان سب کی سماعتوں میں زہر گھول گئی۔۔۔

بھلا ہمارے خاندان میں تصور بھی ہے یوں اولاد کو ختم کرنے کا۔۔۔؟ توبہ توبہ۔۔۔اس علیشہ نے تو حد کر دی۔۔۔رات بھی چھوٹی بچی کو چھوڑے آئی۔۔۔اب بھی اس کی تڑپ کا سن کر نہیں تڑپی۔۔۔جانے سے انکاری رہی۔۔۔کیسی پتھر دل ہے۔۔۔ماں تو عورت کا سب سے رحم دل روپ ہوتا ہے۔۔۔وہ ایک اچھی ماں نہ سکی تو اچھی عورت کیا خاک ہو گی۔۔۔؟

وہ شاید ستارہ بیگم سے مخاطب تھیں۔۔۔ستارہ بیگم نے آگے سے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے انہیں خاموش رہنے کو کہا تھا۔۔۔اور وہ خاموش ہو بھی گئی تھیں۔۔۔لیکن جتنا بول چکی تھیں اتنا کافی تھا۔۔۔مزید کی گنجائش رہتی بھی نہیں تھی۔۔۔دادی کی سماعت اتنی اچھی نہ تھی کہ دور سے آتی گوہر افشانیاں سن پاتیں۔۔۔زرینہ بیگم نے لب بھینچ لیے تھے۔۔۔آج انہوں نے جلد از جلد معاملہ

اسی لیے نمٹایا تھا تاکہ مہمانوں کے سامنے یہ ذاتی معاملہ کم سے کم کھلے۔۔۔ وہ مہمانوں کو اس مسئلے کی بھنک بھی نہ پڑنے دیتیں اگر علیشہ خود ہی رو رو کر سب کو سب کچھ بتا نہ دیتی۔۔۔ وہ خود بھی کل رات اپنے آپ میں نہیں تھی۔۔۔ جذباتی ہو رہی تھی۔۔۔ اور اسکی یہ جذباتیت دنیا کے سامنے اس کا تماشہ بنا چکی تھی۔۔۔

زوار نے ایک قہربار نظر کھڑکی پر ڈال کر علیشہ کو دیکھا تھا۔۔۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔۔۔ جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو۔۔۔ پر زوار جانتا تھا۔۔۔ اس نے سنا تھا۔۔۔ وہ بے چین سا ہوا۔۔۔ جو باتیں وہ خود اسے منہ پھاڑ کر کہہ دیتا تھا۔۔۔ کسی اور کے کہنے پر کیوں تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔؟

مضطرب سا وہ اسے لیے گاڑی میں سوار ہوا اور دروازے پر موجود دادی اور زرینہ بیگم پر ایک سنجیدہ نظر ڈال کر گاڑی آگے بھگا لے گیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

انہیں ساتھ گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر جس جس آنکھ نے کل رات کا تماشہ دیکھا تھا۔۔۔ اب اس آنکھ میں حیرت نظر آ رہی تھی۔۔۔ وہ دونوں اطراف میں نظریں ڈالے بغیر چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔۔۔ اندر داخل ہو کر علیشہ نے خاموشی سے اپنے بیگ سے اپنا سامان نکالنا شروع کر

دیا تھا جبکہ زوار اپنے موبائل کا جائزہ لے رہا تھا جہاں اس کی سیکرٹری کی بے شمار مس کالز اور پیغامات موجود تھے۔۔۔اسے مختصر سا حوصلہ افزا جواب سینڈ کر کے زوار مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہوا تھا جو تب سے اب تک گم صم ہی تھی۔۔۔زوار نے خود بھی سارا سفر خاموشی سے کاٹا تھا۔۔۔عزیز کی والدہ کے کاٹ دار جملے اب تک اس کے کان میں گونجتے اس کا خون کھولا رہے تھے۔۔۔غلطی اس کی اپنی تھی۔۔۔وہ جانتا تھا۔۔۔لیکن ماننے والا تا قیامت نہیں تھا۔۔۔

آہم۔۔۔تمہیں ہماری پرسنل باتیں ان کے سامنے نہیں کرنی چاہئے تھیں۔۔۔غلطی تمہاری اپنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جی میری ہی غلطی تھی۔۔۔معذرت۔۔۔۔

زوار کی بات سرد مہری سے کاٹ کر وہ تیز قدموں سے چلتی ڈریسنگ روم کی سمت بڑھ گئی جبکہ زوار کتنی ہی دیر تک اس کے لہجے کی ٹھنڈک سے ٹھٹھر تا رہ گیا تھا۔۔۔چنگھاڑتے فون نے اسے چونکا دیا تھا۔۔۔غائب دماغی سے فون کے جگمگاتے اسکرین کو تکتا وہ ایک آخری نگاہ ڈریسنگ روم کے دروازے پر ڈال کر کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔

☆☆☆☆☆

طنز کے تیر بھی برسا دیے۔۔۔پیار سے بھی منا کر دیکھ لیا۔۔۔حد تو یہ تھی کہ اس کی چپ کو بھی عزیز کی جدائی کے غم سے منسوب کر دیا مگر۔۔۔مگر علیشہ کی چپ نہ ٹوٹی۔۔۔وہ اس کی کسی غیر اہم بات پر کان ہی نہ دھرتی۔۔۔دل لگی کی باتوں کو دل تک رسائی نہ دیتی۔۔۔اور چپ رہتی۔۔۔ بالکل چپ۔۔۔! تین مہینے ہونے کو آئے تھے۔۔۔عزیز اور وریشہ کی منگنی آکر گزر بھی گئی لیکن علیشہ نے جانے کی ضد نہ کی۔۔۔ضد تو دور ذکر تک نہ کیا۔۔۔زرینہ بیگم نے بھی فون کر کے گلہ کیا۔۔۔ستارہ بیگم نے بھی دل صاف کر کے شریک ہونے کی التجا کر ڈالی تھی۔۔۔خود وریشہ نے بہت منتیں کیں۔۔۔پر علیشہ نہ مانی۔۔۔وہ کسی سے ناراضگی کا اظہار نہیں کر رہی تھی۔۔۔گلہ شکوہ کچھ بھی نہیں۔۔۔۔شاید اس لیے کہ وہ کسی سے ناراض تھی ہی نہیں۔۔۔وہ بس سمجھوتا کر چکی تھی۔۔۔ایسی باتوں پر کان ہی نہ دھرتی جو دنگے فساد کا ذریعہ بنتیں۔۔۔

وہ جان گئی تھی زمانہ اسے زوار کے بغیر قبول نہیں کریگا۔۔۔زمانہ تو زمانہ۔۔۔اسکے اپنے بھی ہچکچاہٹ کے شکار تھے۔۔۔پھر وہ کیا کرتی۔۔۔؟ کس کی آس پر زوار سے ناطہ توڑتی۔۔۔؟اتنی مضبوط تو کبھی نہ تھی کہ اپنے بل بوتے پر کچھ کر دکھاتی۔۔۔تنہا اپنی الگ دنیا بساتی۔۔۔خود پر اٹھتی انگلیاں توڑ ڈالتی۔۔۔

اسے زوار کا سہارا درکار تھا۔۔۔ایک ان چاہا سہارا۔۔۔

زوار اس کے لیے ایسی ڈھال تھا جو اسے زمانے کے نشتروں سے تو بچا لیتی تھی مگر خود اس پر زہر اگلتی تھی۔۔۔وہ ایسا شجر تھا جو اسے زمانے کے سرد و گرم سے بچا لیتا تھا۔۔۔مگر وہ شجر آسیبی تھا۔۔۔

اس کی جان کو چمٹ گیا تھا۔۔۔ ساری دنیا کی تھوہ تھوہ سے بچنے کیلیئے اس نے زوار کی اکیلی تھوہ برداشت کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔۔۔ کیا غلط کیا تھا۔۔۔؟ ہاں بس یہ تھا کہ وہ اپنی محبت پر شرمندہ رہتی تھی۔۔۔ ڈھکے چھپے انداز میں اظہار اب ترک کر دیا تھا اس نے۔۔۔ کیونکہ جس دل میں محبت تھی وہ دل گویا مر چکا تھا۔۔۔

زوار بھی پیار۔۔۔ محبت۔۔۔ ڈانٹ ڈپٹ۔۔۔ طنز۔۔۔ الزام۔۔۔ سارے ہتھیار آزما کے دیکھ چکا تھا۔۔۔ ہار چکا تھا۔۔۔ اور اب تھکنے بھی لگا تھا۔۔۔ اس کی چڑچڑاہٹ عروج پر رہتی تھی۔۔۔ آفس ہو یا گھر ہو۔۔۔ وہ ملازمین کی شامت بلائے رکھتا تھا۔۔۔ سبھی اس سے خائف رہتے۔۔۔ کوشش یہی ہوتی کہ اس کے سائے سے بھی دور رہا جائے۔۔۔ نفیسہ بیگم کو بھی وقت مل گیا تھا گھر میں چھائی کشیدگی نوٹ کرنے کا۔۔۔ زوار کے کاٹ کھاتے انداز نوٹ کرتی وہ ٹھٹھک گئی تھیں۔۔۔ اپنے ملازمین کے لیے وہ مہربان نہ تھا تو کبھی ظالم بھی نہ رہا تھا۔۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ملازمین کو دو کوڑی کا کر دینے کی اسکی عادت نہ تھی۔۔۔ پر اب وہ ایسا کر رہا تھا۔۔۔ اور لگاتار کر رہا تھا۔۔۔ علیشہ کی چپ اور زوار کا بھڑکتے رہنا۔۔۔ انہوں نے مدعا جاننے کا فیصلہ کیا۔۔۔ بہو بیٹے کو آج رات ڈنر اپنے ساتھ کرنے کا پیغام بھیج کر وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گئی تھیں۔۔۔

☆☆☆☆☆

ڈائننگ روم میں چمچ اور پلیٹوں کی آواز کے سوا کوئی دوسری آواز نہ تھی۔۔۔۔ حالانکہ چھ کرسیوں والی اس ڈائننگ ٹیبل کے گرد تین لوگ بیٹھے تھے۔۔۔۔علیشہ خاموشی سے سر جھکائے کھانا کھانے میں مگن تھی۔۔۔۔ زوار کھانا کھا کم رہا تھا۔۔۔۔ اس سے کھیل زیادہ رہا تھا۔۔۔۔ اور اس کھیل کے دوران کئی بار ترچھی نظروں سے علیشہ کو بھی گھور لیا کرتا تھا۔۔۔۔ اس کمزور سی لڑکی کی ضد میں بڑی طاقت تھی۔۔۔۔ وہ ہر معاملے میں اس پر اپنی چلانے والا طاقتور مرد بھی ہار رہا تھا۔۔۔۔ اپنی طاقت کے بل پر وہ منہ توڑ سکتا تھا۔۔۔۔ دل توڑ سکتا تھا۔۔۔۔ انا کا بت بھی پاش پاش کر سکتا تھا۔۔۔۔ مگر خاموشی کا یہ خول نہیں توڑ سکتا تھا۔۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔۔

دونوں کی حرکات وسکنات کا بغور جائزہ لے کر نفیسہ بیگم نے گلا کھنکھار کر دونوں کو اپنی جانب متوجہ کیا تھا۔۔۔۔

کیا چل رہا ہے تم دونوں کے درمیان۔۔۔۔؟

ان کے واضح سوال پر بے اختیار دونوں کی نظریں ٹکرائی تھیں۔۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔۔

علیشہ منمنائی۔۔۔

بہت کچھ۔۔۔۔

زوار گرجا۔۔۔

کیا کچھ۔۔۔۔؟

نفیسہ بیگم دھیمے سے مسکرائیں۔۔۔

یہ مجھ سے بات نہیں کر رہی۔۔۔ چھوٹی سی بات کو سر پہ سوار کر کے میرا دماغ خراب کر رہی ہے۔۔۔

زوار کو تو جیسا موقع چاہئے تھا۔۔۔ وہ پھٹ پڑا تھا۔۔۔ ہاتھ مار کر گلاس ٹیبل سے گرا دیا۔۔۔ نفیسہ بیگم کو ذرا اندازہ نہ تھا وہ اتنا جذباتی ہو جائیگا۔۔۔ ان کا چہرہ بالکل سنجیدہ ہو گیا تھا۔۔۔ گویا اب جا کر انہیں معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔۔۔ بھڑ بھڑ بھڑکتے زوار سے نظریں ہٹا کر انہوں نے علیشہ کو دیکھا تو حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔۔۔ علیشہ بالکل پر سکون تھی۔۔۔ پہلے کی طرح رغبت

سے کھانا کھا رہی تھی۔۔۔علیشہ کی بے نیازی نے انہیں حیران بھی کیا اور ناگواری سے بھی دوچار کیا۔۔۔ شوہر بھڑک رہا تھا۔۔۔ غصے کا اظہار کر رہا تھا۔۔۔اور وہ تھی کہ بے نیاز تھی۔۔۔!

لاپرواہ۔۔۔ بد لحاظ۔۔۔ بے ادب۔۔۔ گندی بیوی۔۔۔!

نفیسہ بیگم نے ناگواری سے آنکھیں پھیر لیں۔۔۔ علیشہ نے بڑے اطمینان سے ان کے چہرے پر اپنے لیے بکھری ناگواری ملاحظہ کی تھی۔۔۔

زوار۔۔۔ شانت ہو جاؤ۔۔۔آرام سے بیٹھ جاؤ۔۔۔ بیٹھو۔۔۔

وہ کرسی گھسیٹ کر جارحانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہو تھا۔۔۔ نفیسہ بیگم نے شانوں سے تھام کر اسے زبردستی واپس بٹھا دیا۔۔۔ وہ بیٹھ تو گیا مگر نقوش بگڑے ہی رہے۔۔۔

یہ ال مینرڈ لڑکی۔۔۔! اسے احساس نہیں ہے۔۔۔ تم تو پڑھے لکھے ہو۔۔۔ عقل کا استعمال کرو۔۔۔ غصہ کر کے کسی کو کیا حاصل ہو گا۔۔۔؟ میں بات کرتی ہوں اس سے۔۔۔ سمجھاتی ہوں اسے۔۔۔

کوئی ضرورت نہیں ہے سمجھانے کی۔۔۔ کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔۔ دماغ آسمان پہ پہنچے ہوئے ہیں اسکے۔۔۔ سر میں ہوتا تو بات اس میں سمائے نا۔۔۔ رہنے دیں بس آپ۔۔۔ میں بھی بس اپنی بیٹی کی وجہ سے چپ ہوں۔۔۔ ورنہ وہ حال کروں کہ یاد رکھے۔۔۔ سمجھ کیا رہی ہے خود کو۔۔۔ نان سینس۔۔۔ جائے جہنم میں اب۔۔۔ چاہے ساری زندگی اپنی ماں کے گھر پڑی رہے۔۔۔ پڑے پڑے مر جائے۔۔۔ اب میں نہیں لاؤں گا۔۔۔ دماغ خراب کر دیا ہے میرا۔۔۔

ایک اور گلاس دیوار پر مارتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ڈائننگ روم سے نکل گیا تھا۔۔۔ نفیسہ بیگم نے ایک تیکھی نگاہ علیشہ پر ڈالی اور خود بھی ہیل کی ٹک ٹک کرتی چل دیں۔۔۔ پیچھے تنہا رہ جانے والی علیشہ کے حلق سے نوالہ اترنا مشکل ہو گیا تھا۔۔۔ نمکین پانی کا وہ گولا رکاوٹ بن چکا تھا۔۔۔ لیکن مجال تھی جو آنکھ سے اس نے ایک آنسو بھی ٹپکنے دیا ہو۔۔۔ پانی کے سہارے بمشکل نوالہ اور آنسوؤں کا وہ گولہ نگل کر وہ پھر چہرے پر لاپرواہی کا تاثر سجائے کھانے کی پلیٹ پر جھک گئی۔۔۔

☆☆☆☆☆

بالوں میں انگلیاں پھنسائے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے وہ کب سے سگریٹ کی ڈبی کو گھور رہا تھا۔۔۔ اس کا دل مچل رہا تھا۔۔۔ خواہش تھی کہ اندر کی کچھ جلن سگریٹ کے دھویں کے ساتھ فضا کے سپرد کر کے اپنا آپ پر سکون کر لے لیکن۔۔۔ لیکن وہ ایک سحر زدہ لمحے میں اس "کٹھور دل" لڑکی سے

وعدہ کر چکا تھا۔۔۔ دھیرے دھیرے وہ اس جان لیوا شہ سے جان چھڑانے کی کوشش کریگا۔۔۔ وہ کوشش کر بھی رہا تھا۔۔۔ یہ اس کی کوشش ہی تو تھی کہ چاہ کر بھی اس نے ایک کے بعد پھر دوسری سگریٹ نہیں نکالی تھی۔۔۔

جب اسے لگا اس کا صبر ختم ہو رہا ہے اور سگریٹ کی ڈبی اسکا منہ چڑا رہی ہے۔۔۔ تب سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر بالکونی سے نیچے پھینک کر وہ چہل قدمی کرنے لگا۔۔۔ چہل قدمی کرتے ہوئے اس نے رک کر گلاس ونڈو کے پار سے علیشہ کو دیکھا تھا۔۔۔ زرد ملگجی روشنی میں وہ گردن تک لحاف میں چھپی پر سکون سو رہی تھی۔۔۔ اس کا سکون برباد کر کے وہ پر سکون سو رہی تھی۔۔۔

ڈیم اٹ۔۔۔!

اپنی چوڑی ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ کا مکا مارتا وہ دوبارہ چہل قدمی شروع کر چکا تھا۔۔۔ دل و دماغ علیشہ کے ساتھ بتائے شب و روز کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگے۔۔۔ جو گزر چکے تھے۔۔۔ جیسے گزر رہے تھے۔۔۔ اور کیسے گزرنے والے تھے۔۔۔؟ ساری زندگی ایسے ہی تو نہیں گزاری جا سکتی تھی۔۔۔

گزرے گی بھی نہیں۔۔۔

وہ یکدم رکا۔۔۔ عزم سے بڑبڑایا۔۔۔ گلاس ڈور دھکیلا۔۔۔ کمرے میں داخل ہو گیا۔۔ بیڈ کے نزدیک پہنچ کر سوئی ہوئی علیشہ کو کچھ پل یک ٹک دیکھتا رہا پھر بائیں ہاتھ کی مٹھی بنائے بھاری بھاری قدم اٹھاتے ہوئے بیڈ کے دوسری طرف جا کر لیٹ گیا۔۔۔

اسکی نیت یہ تھی کہ علیشہ کو جھنجھوڑ کر اٹھائے گا اور ایک زوردار جھانپڑ رسید کر کے اس کا دماغ ٹھکانے لگا دیگا۔۔۔ لیکن کیا واقعی اس طرح اس کا دماغ ٹھکانے آ جائیگا۔۔۔؟

کیا واقعی ٹھکانے پر آنے کی ضرورت علیشہ کے دماغ کو تھی۔۔۔؟

کیا سب کچھ سدا اسی طرح چلتا رہے گا۔۔۔؟

وہ غلط کہاں تھا۔۔۔؟

اس نے ایسا بھی کیا کر دیا تھا۔۔۔؟

کوئی جھوٹ تو نہیں بولا تھا۔۔۔؟

گالی تو نہیں دی تھی۔۔۔

گھر چھوڑ کر وہ خود ہی گئی تھی۔۔۔

پھر علیزہ اس کے بغیر بہت بے چین رہی تھی۔۔۔ تب اسے اگلے ہی دن علیشہ کو گھر واپس لانا پڑا تھا۔۔۔

لیکن ایک منٹ۔۔۔! کروٹیں بدلتا زوار پل بھر کو تھما۔۔۔

کیا واقعی علیزہ ہی بے چین رہی تھی۔۔۔؟

علیشہ کو واپس وہ علیزہ کے لیے لایا تھا۔۔۔؟

ناپسند ہونے کے باوجود وہ علیشہ کو برداشت کر رہا ہے تو صرف علیزہ کے لیے۔۔۔؟

کیا علیشہ سے شادی صرف اسی وجہ سے کی تھی اس نے۔۔۔؟

یا کوئی اور وجہ بھی تھی۔۔۔؟

نہیں۔۔۔اور کیا وجہ ہوگی۔۔۔؟ ہے ہی کیا اس میں کہ اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے چاہا جائے۔۔۔؟

خود سے پوچھتے ہوئے اس نے گردن موڑ کر علیشہ کو دیکھا جو اس کی طرف کروٹ لے رہی تھی۔۔۔ اس صبیح چہرے کا ایک ایک نقش اسے حفظ ہو چکا تھا وہ پھر بھی بازو سر کے نیچے رکھے پھر سے اس کے نقوش کے پیچ و خم میں الجھ گیا۔۔۔آنکھیں نیند سے بند ہو رہی تھیں مگر وہ اس چہرے کو دیکھتا رہنا چاہتا تھا۔۔۔سو دیکھتا رہا۔۔۔دیکھتا رہا۔۔۔ساتھ ساتھ سوچتا بھی رہا۔۔۔ "ہے کیا اس میں۔۔۔؟"

پاگل اتنا نہیں سمجھ رہا تھا۔۔۔کچھ تو تھا اُس میں جو نیند سے لڑ بھڑ کر بھی وہ اِس چہرے کو دیکھنا چاہ رہا تھا۔۔۔

آدھے گھنٹے بعد جیت آخر نیند کی ہوئی تھی۔۔۔۔ مگر سوئے ہوئے زوار کے مونچھوں تلے چھپے عنابی لبوں کی مسکراہٹ بتا رہی تھی ہار زوار بھی نہیں تھا۔۔۔۔ اسے اس کے سوال کا جواب جو مل گیا تھا۔۔۔۔ "تھا کیا اس میں ! "۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

وہ ڈوبتے سورج کی نارنجی کرنوں کو دھیرے دھیرے سمٹتے دیکھ رہی تھی جب سائڈ رکھے فون کی میسج ٹون بجی تھی۔۔۔۔ اس نے اٹھا کر چیک کیا۔۔۔۔ زوار کا پیغام تھا۔۔۔۔۔

آج ڈنر باہر کرینگے۔۔۔۔ میرے لوٹنے تک تیار رہنا۔۔۔۔ وہ بلیک ساڑھی پہن لینا جو میں پچھلے ویک اینڈ پہ لایا تھا۔۔۔۔ اور علیزہ کو تیار کر کے مت بیٹھ جانا۔۔۔۔ وہ ہما سے اٹیچ ہو گئی ہے۔۔۔۔ رہ لیگی ہمارے بغیر۔۔۔۔

نچلا لب کچلتی وہ کچھ دیر تک گم صم سی روشن اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھی رہی پھر "او کے" لکھ کر سینڈ کر دیا۔۔۔۔ اسکے لیے یہ ڈنر ڈیٹ کوئی اچھنبے کی بات نہ تھی۔۔۔۔ زوار موڈی بندا تھا۔۔۔۔ جب موڈ

ہوتا اسے ساتھ لے کر لانگ ڈرائیو یا ڈنر وغیرہ کے لیے ساتھ لے جاتا۔۔۔علیشہ کے خاموش احتجاج کے دوران بھی اس نے اپنے موڈ کے مطابق ہی اسے ٹریٹ کیا تھا۔۔۔ سو علیشہ ڈنر کا جان کر حیران نہیں ہوئی تھی۔۔۔ لیکن آج اس کا بالکل موڈ نہیں تھا کہیں آنے جانے کا۔۔۔ مگر جانا تو تھا۔۔۔ وہ انکار کرتی تو زوار اسرار کرتا۔۔۔ پھر یوں بات بڑھتی چلی جاتی اور اسکی بے نیازی اور خاموشی کا خول ٹوٹ جاتا۔۔۔ ساری محنت ضائع ہو جاتی۔۔۔ سب نارمل ہو جاتا اور وہ یہی نہیں چاہتی تھی۔۔۔ سب نارمل ہو جاتا۔۔۔ شک۔۔۔ بہتان۔۔۔ طعنے۔۔۔ وہ انہیں اپنی زندگی کا "نارمل" حصہ نہیں بنانا چاہتی تھی۔۔۔ اس خاموشی نے اسے بہت سے ایسے کام کرنے پر مجبور کر دیا تھا جو وہ نہیں کرنا چاہتی تھی پر۔۔۔ مجبوری سی مجبوری تھی۔۔۔

اک بوجھل سانس خارج کرتی وہ تھکی تھکی سی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔۔۔ اسے حرارت سی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ ایک بار پھر دل میں آئی کہ زوار کو انکار کر دے۔۔۔ مگر پھر سر جھٹک کے تیاری میں جت گئی۔۔۔

سیاہ رنگ کی وہ ساڑھی بالکل سادہ تھی۔۔۔ مگر ننھے ننھے سے ستارے پلو پہ ٹکے سیاہ آسمان پر ٹمٹماتے تاروں کا منظر پیش کرتے نظروں کو بڑے بھلے لگ رہے تھے۔۔۔ اس کا بدن پہلے سے ذرا بھرا بھرا ہو گیا تھا۔۔۔ اور سچی بات تو یہ تھی کہ نازک نقوش والا اس کا گول چہرہ اس بھرے بھرے بدن پر زیادہ سج رہا تھا۔۔۔ چھوٹی سی کھڑی ناک پہ ہمہ وقت سجی رہنے والی ننھی سی نتھ اتار کر اس نے ستارے سی

ٹمٹاتی ہیرے کی لونگ سجالی اور خوش نما سا میک اپ کر کے بالوں کے ساتھ تھوڑی دیر طبع آزمائی کرنے کے بعد اکتا کر انہیں ٹائٹ سی پونی میں قید کر لیا اور پھر پشت پر جھولتی پونی ٹیل کو جوڑے کی شکل دے دی۔۔۔ کانوں میں دمکتے ٹاپس پہن کر ایک ناقدانہ نظر اپنے عکس پر ڈالی اور موبائل اٹھا کر کمرے سے نکل گئی۔۔۔ اسکی چال میں تکان تھی۔۔۔ بخار کے باعث اپنی تیاری کے دوران وہ اچھی خاصی ہانپ گئی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

تیار ہو کر وہ علیزہ کے پاس چلی آئی تھی۔۔۔ اس کے ساتھ کھیلتے ہوئے اسے زیادہ دیر نہیں گزری تھی جب زوار بھی وہاں چلا آیا تھا۔۔۔ ہمیشہ کی طرح نک سک سے تیار۔۔۔ دلکش مسکراہٹ۔۔۔ چمکتی آنکھیں۔۔۔ خوشبوئیں بکھیرتا ہوا۔۔۔ غیر ارادی طور پر علیشہ نے اسکی مخصوص خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتارا تھا۔۔۔ دوسری طرف علیزہ باپ کو دیکھ کر ہمکنے لگی تھی۔۔۔ زوار نے جلدی سے آگے بڑھ کر اسے گود میں اٹھالیا اور اس کے پھولے پھولے گال پیشانی اور ناک چٹاچٹ چوم لیئے۔۔۔ علیشہ کے لبوں کو ایک بھولی بھٹکی مسکان چھو گئی۔۔۔ ایک بات ماننے والی تھی۔۔۔ زوار باپ کے رشتے کو بہت خوبی سے نبھا رہا تھا۔۔۔

مس ہما۔۔۔ میری پرنسز کا بہت خیال رکھیے گا۔۔۔ پاپا جلدی سے آجائیں گے اوکے ڈول۔۔۔؟ پریشان نہیں ہونا ہے۔۔۔ ہاں پریشان کرنا چاہو تو کر لینا۔۔۔ جی بھر کے۔۔۔ اوکے۔۔۔؟ چلو پاپا اور ماما کو بائے بائے کہو۔۔۔

ایک طرف کو کھڑی ہما کو ہدایت دے کر اس نے ساتھ ہی علیزہ کو بھی اپنے ہی انداز میں سمجھایا اور جواباً اسکے کھلکھلانے پر ایک بار پھر اس کا ایک ایک نقش چوم کر ہما کو تھما دیا۔۔۔ ایک تو وہ تھی ہی خوش مزاج سی بچی۔۔۔ پھر دن رات ہما کے ساتھ رہنے کی وجہ سے وہ ہما سے بہت اٹیچ ہو چکی تھی۔۔۔ ماں باپ کو خوشی خوشی الوداع کر کے وہ ہما کے ساتھ کھیلنے لگی۔۔۔

☆☆☆☆☆

زوار کی گاڑی گھر کے باہر ہی کھڑی تھی۔۔۔ وہ دونوں ساتھ ہی گیٹ سے باہر نکلے تھے۔۔۔ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے زوار نے ترچھی گہری نگاہ اس کے جھکے سر پر ڈالی اور پہلو میں گرا اس کا ملائم ہاتھ نرمی سے اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام لیا۔۔۔ اور ہاتھ تھامتے ساتھ ہی وہ ٹھٹھک کر رکا تھا۔۔۔ علیشہ کے بڑھتے قدم بھی ناچار تھم گئے تھے۔۔۔ بیزار تاثرات سجائے وہ سر جھکائے کھڑی رہی۔۔۔ اس وقت وہ صرف سکون سے سونا چاہتی تھی۔۔۔ اس نے یوں رکنے کی وجہ جاننے کی نہ کوشش کی تھی نہ اسے دلچسپی ہی تھی۔۔۔

جائزہ لیتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتے زوار نے ہاتھ بڑھا کر اس کی تپتی پیشانی پر رکھا تھا۔۔۔پیشانی سے سرک کر ہاتھ گال تک آیا تھا۔۔۔اور پھر گال سے گردن تک کا سفر طے کیا تھا۔۔۔وہ بخار میں بری طرح جھلس رہی تھی۔۔۔ مگر پھر بھی تیار شیار سی اس کے ساتھ چلنے کو راضی تھی۔۔۔اور ایسا وہ اسکی محبت میں تو ہرگز نہیں کر رہی تھی۔۔۔زوار کو اندازہ تھا۔۔۔!

تمہیں بخار ہو رہا ہے۔۔۔

اسکے سوالیہ سے تبصرے کے جواب میں علیشہ چپ ہی رہی۔۔۔بے اختیار زوار نے جبڑے بھینچے تھے۔۔۔اس کا پژمردہ چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اونچا کر کے وہ اس کی نیم وا آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے خود کو کچھ سخت کہنے سے بمشکل روک پایا تھا۔۔۔

تمہیں سخت بخار ہو رہا ہے۔۔۔ تمہیں مجھے بتانا چاہیئے تھا۔۔۔ منع کرنا چاہیئے تھا۔۔۔ میری ضد میں اپنا نقصان مت کرو عاشی۔۔۔

نرمی سے کہہ کر وہ اسے بازو کے حلقے میں لیئے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔۔۔اب اس حالت میں وہ اسے باہر لے جانے سے رہا۔۔۔

اب تو ضد نہیں کرتی میں۔۔۔۔ ضد۔۔۔۔ اختلاف۔۔۔۔ تکرار۔۔۔۔ اقرار۔۔۔۔ سب ترک کر چکی ہوں پھر بھی نقصان میرا ہی ہوتا ہے۔۔۔۔

بیڈروم میں داخل ہوتی وہ سوچ کے رہ گئی۔۔۔۔ بستر پر لیٹنے کے بعد اس کی رہی سہی ہمت بھی ساتھ چھوڑنے لگی تھی۔۔۔۔ زوار نے اسے چینج کرنے کے لیے کہا مگر وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں اسکی باتیں سن تو رہی تھی مگر سمجھنے سے قاصر تھی۔۔۔۔ خوب جتن کر کے زوار نے اسے ہلکی پھلکی سی غذا کھلا کر دوائی دے کر سلا دیا تھا۔۔۔۔ اسکی جوڑے نما پونی کو بھی بے آرامی کے خیال سے کھول دیا تھا۔۔۔۔ تکیے پر گھٹاؤں سے بکھرے اسکے بال۔۔۔۔ اس کا بنا سنورا حال۔۔۔۔ دعوت نظارہ دے رہے تھے۔۔۔۔ اور زوار اس دعوت کو قبول کرتا وہیں اسکے نزدیک بیٹھ کر اسکے دیدار سے نظروں کو سیراب کرنے لگا تھا۔۔۔۔

کہیں میں نے اپنی فیلنگز سمجھنے میں بہت دیر تو نہیں کر دی۔۔۔۔؟

اس پر نظریں جمائے اسکے رویئے پر غور کرتا وہ سوچ کے رہ گیا۔۔۔۔ اس نے ابھی تک کپڑے نہیں بدلے تھے۔۔۔۔ گھٹنوں پہ کہنیاں ٹکائے ذرا سا جھک کر بیٹھنے کی وجہ سے اس کے مسلز مضبوط سخت والے کوٹ میں بھی نمایاں ہو رہے تھے۔۔۔۔

اب یہ ضدی لڑکی مانے گی کیسے۔۔۔؟ میں نے کہیں سنا تھا۔۔۔ عورت اظہار مانگتی ہے۔۔۔ کیا زبانی اظہار ضروری ہے۔۔۔؟ ہمم۔۔۔ شاید ہاں۔۔۔! اذیت بھی تو زبان سے ہی دیتا ہوں۔۔۔ ایسی کوئی جسمانی تکلیف نہیں دیتا جسے دکھا کر یہ دنیا کی ہمدردیاں سمیٹ سکے۔۔۔ جو گھاؤ ہیں وہ اس کے دل پر ہیں۔۔۔

سوگوشی سی کرتا وہ تھما تھا۔۔۔ ہاتھ کی پشت سے اس کا گال آہستہ سے سہلایا۔۔۔ محبت سے بھرے اس نرم لمس نے نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی علیشہ کے اندر کوئی حشر بپا کر دیا تھا۔۔۔ بہت ضبط کے باوجود بھی ایک ضدی آنسو کی آنکھ کے کنارے سے نکلتا بالوں میں جذب ہو گیا تھا۔۔۔ زوار نے بیقرار ہو کر اس کی آنکھ کا کنارہ انگوٹھے سے صاف کیا تھا۔۔۔ بڑی نرمی سے۔۔۔ بڑی چاہت سے۔۔۔

اسکی باتوں سے بیگانہ سہی۔۔۔ وہ اس کا لمس پہچان رہی تھی۔۔۔

اس لمس میں بیقراری تھی۔۔۔ محبت تھی۔۔۔ پشیمانی تھی۔۔۔

پھر اس نے محسوس کیا زوار اس کے نزدیک اپنی مخصوص جگہ پر لیٹ گیا ہے۔۔۔ یا شاید بیٹھ گیا ہے۔۔۔ اس کا سر اٹھا کر زوار نے اپنے کشادہ سینے پر دھر لیا تھا۔۔۔ علیشہ کے بے چین چہرے پر

سکون چھا گیا تھا۔۔۔ وہ بہت قریب سے اسکی دھڑکنوں کا ردھم سن رہی تھی۔۔۔ اور یونہی دھڑکنوں کے اس من پسند شور کر سنتے ہوئے وہ جلد ہی مکمل طور پر ہوش سے بیگانہ ہو گئی تھی۔۔۔

☆☆☆☆☆

صبح اسکی آنکھ نامانوس سے شور سے کھلی تھی۔۔۔ آنکھ کھلتے ساتھ ہی اس کی پہلی نظر اپنے خالی پہلو میں گئی تھی۔۔۔ رات دیر تک وہ شدید بخار میں جھلستی رہی تھی۔۔۔ اب اس کا بستر پہ موجود نہ ہونا اسے بے چین کر گیا تھا۔۔۔ وہ جلدی سے اٹھ بیٹھا۔۔۔ لحاف جھٹکے سے سائڈ کر دیا۔۔۔ لیکن سامنے ہی اسے بالکونی کا گلاس ڈور کھولے بارش کا پانی ہتھیلی پر گراتے دیکھ کر اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا تھا۔۔۔ اب اسکے بدن پر ساڑھی نہیں لپٹی تھی۔۔۔ سادہ سے مہرون رنگ کے شلوار قمیض میں دور سے ہی اس کی رنگت دمک رہی تھی۔۔۔ چند لمحوں تک یک ٹک اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بادلوں کے زور سے گرجنے پر چونک کر ہوش میں آیا تھا۔۔۔ بالکونی سے نظر آتے سرمئی بادلوں سے ڈھکے آسمان پر نظر ڈال کر اس نے دیوار گیر گھڑی کی طرف دیکھا تھا۔۔۔ ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔۔۔ یقیناً صبح کے ساڑھے گیارہ۔۔۔! رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے وہ حسب معمول صبح سویرے نہیں اٹھ پایا تھا اور علیشہ نے بھی اسے اٹھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔۔

بے آواز قدم اٹھاتا وہ اسکی پشت پر پہنچا اور اسکے چونک کر پلٹنے سے پہلے ہی اسے اپنی پر حدت بانہوں کے حصار میں لے کر الٹے قدموں پیچھے ہو گیا۔۔۔ پیچھے ہونے کے باعث بارش اب علیشہ کی پہنچ سے دور تھی۔۔۔ اپنا بھیگا بھیگا ہاتھ دوپٹے سے رگڑ کے اس نے خشک کرنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ جبکہ زوار اس کا ٹمپریچر معمول پر محسوس کر کے مطمئن ہو گیا تھا۔۔۔

تمہیں بارش پسند ہے۔۔۔؟

یونہی بات برائے بات اس نے پوچھا تھا۔۔۔ اسکی پشت سے اپنا سینہ ہنوز جوڑے وہ اب اپنے بازو آگے کیئے اس کا گیلا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھر کر سہلا رہا تھا۔۔۔

پہلے لگتی تھی۔۔۔! پھر ایک حادثے نے مجھے بھی بدل دیا اور میری پسند ناپسند کو بھی۔۔۔

بہت چاہ کر بھی علیشہ خود کو یہ کہنے سے نہیں روک پائی تھی۔۔۔ اسکے جملے کی گہرائی میں اتر تا زوار خود سے نظریں چرا کے رہ گیا۔۔۔ کچھ لمحے خاموشی سے کٹے تھے۔۔۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ۔۔۔ بجلی کی کڑکڑاہٹ۔۔۔ پانی کی چھما چھم۔۔۔ گمبھیر سانسوں کے ردھم۔۔۔ اور شام سے پہلے چھائی شام۔۔۔ ماحول میں محسوس کن بوجھل پن چھایا تھا۔۔۔ پھر علیشہ نے اس کے بازوؤں کا حصار توڑ کر

باہر نکلنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ لیکن زوار اسے بازو سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب موڑ چکا تھا۔۔۔ تھکی تھکی سی پلکیں اٹھا کر علیشہ نے سوالیہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا تھا۔۔۔

اس بارش کا ہمارے ملن میں بڑا اہم کردار ہے۔۔۔ اس بارش نے تمہیں بدلا ہے عاشی تو مجھے بھی وہ بنا دیا جو میں نہیں تھا۔۔۔

اسکی آنکھ کے کنارے سجے تل کو نرمی سے چھوتا وہ پل بھر کو تھما۔۔۔ علیشہ کی سانسیں بھی تھم سی گئی تھیں۔۔۔ یہ بکھرا بکھرا سا لہجہ زوار کا تو نہ تھا۔۔۔

وہ برسات بھول کر کیا ہم آج کی اس بارش سے اپنی زندگی کی ایک نئی شروعات نہیں کر سکتے۔۔۔؟

وہ ایک بار پھر رکا۔۔۔ ہوا سے لہرا کر اس کے چہرے پر آتے بالوں کو نرمی سے کان کے پیچھے کیا تھا۔۔۔ علیشہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں اسے تک رہی تھی۔۔۔ زوار کی باتوں میں۔۔۔ اسکی آنکھوں میں۔۔۔ اس کے نرم لمس میں۔۔۔ آج کچھ تھا۔۔۔ کچھ الگ سا تھا کہ علیشہ اسکی سوگوشیوں کے جواب میں استہزا سے ہنس نہیں پائی تھی۔۔۔ کوئی دل جلا فقرہ اس نے دل میں ادا نہیں کیا تھا۔۔۔ وہ بھی تھک چکی تھی اپنی آواز کا اندر ہی اندر گلا گھونٹ کر۔۔۔ وہ چاہتی تھی زوار

بولے۔۔۔یونہی اچھا اچھا بولتا رہے۔۔۔ پھر وہ بھی زبان کھولے۔۔۔اور یہ بارش۔۔۔ یہ بارش جذبوں پہ پڑی گرد کو دھوڈالے۔۔۔ نارسائی کے بادل چھٹ جائیں۔۔۔اور اعتبار کا سورج نکل آئے۔۔۔

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ نہ سوجھے۔۔۔ خشک لبوں پر زبان پھیر کے رہ گئی۔۔۔اس کی اس حرکت سے زوار کی نظر اس کی آنکھوں سے ہٹ ہونٹوں پہ آن ٹھہری۔۔۔آنکھ کے نزدیکی تل کو سہلاتا انگوٹھا بھی سرک کر نچلے ہونٹ کو سہلانے لگا تھا۔۔۔

بولو عاشی۔۔۔جو ہوا کیا تم اسے بھول نہیں سکتیں۔۔۔؟

جو ہوا۔۔۔ میں تو اسے بہت پہلے ہی فراموش کرنا چاہتی تھی لیکن۔۔۔ لیکن آپ نے نئے ہی درد دے دیے۔۔۔جو کرنا ہے وہ اب آپ کو کرنا ہے زوار۔۔۔ مجھ پر اعتبار کرنا ہے آپ کو۔۔۔ عورت کا ہر روپ اس کے شوہر کا عطا کردہ ہوتا ہے۔۔۔آپ مجھے اعتبار دیں۔۔۔ میں آپ کی پہلی سی علیشہ ڈھونڈ لاؤں گی۔۔۔

سمجھنے والے انداز میں زوار نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔۔۔پر اس کی آنکھوں سے واضح تھا وہ اس کی بات سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔۔۔یعنی کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔تو کونسی نئ شروعات۔۔۔؟ وہ شروعات جس میں زوار کے حق میں سب بہتر ہو۔۔۔؟

علیشہ سوچ کے رہ گئی۔۔۔ناامیدی سے اسکا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹا کر وہ بیڈ کی طرف بڑھ گئی جبکہ زوار کچھ پل شش وپنج کے عالم میں وہیں کھڑا برستے مینا کو تکتا رہا۔۔۔پھر ٹھنڈی سانس خنک فضا کے سپرد کر کے گلاس ڈور بند کرتا پیچھے ہو گیا۔۔۔بھاری پردے بھی سرکا دیے۔۔۔

☆☆☆☆☆

آج وہ زرینہ بیگم کے بہت اسرار پر لمبے عرصے بعد اپنے گھر گئی تھی۔۔۔اور اب واپسی کی راہ پر گامزن تھی۔۔۔زرینہ بیگم نے وہی باتیں سمجھائی تھیں جواب تک سمجھاتی آرہی تھیں۔۔۔علیشہ سب سمجھتی تھی۔۔۔بچی نہیں تھی۔۔۔اگر ان کی دھیمی آواز میں زمانے کا خوف تھا تو وہ خود کونسی بہادر تھی۔۔۔؟ شاید اسے زمانے کا یہ خوف وراثت میں اپنی ماں سے ملا تھا اور اسکی ماں کو اسکی ماں سے۔۔۔نجانے کب سے "زمانہ کیا کہے گا" نامی یہ دیوان کے سکھ چین کو نگلتا آرہا تھا۔۔۔اگر وہ ایک بار اسکا ساتھ دے دیتیں تو ممکن تھا زوار کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو جاتا۔۔۔وہ سنبھل جاتا۔۔۔لیکن وہ اکیلی تھی۔۔۔اور کمزور بھی۔۔۔وہ اکیلے اس دیو کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔لیکن اسکی بیٹی علیزہ۔۔۔! ہاں ممکن تھا علیزہ اس دیو کو دھول چٹادیتی۔۔۔زوار اسے ابھی سے زمانے

کو جوتے کی نوک پر رکھنے کے گر سکھا رہا تھا۔۔۔ وہ جو اپنی بیوی پر اعتبار کرنے کو راضی نہ تھا۔۔۔ وہ شخص اپنی بیٹی کو کل کہہ رہا تھا" تمہیں خود اندازہ ہونا چاہئے تم کہاں حق پر ہو۔۔۔ اور جب تمہیں لگے تم واقعی حق پر ہو۔۔۔ پھر زمانہ کچھ بھی کہے تمہیں حق پر ڈٹے رہنا ہے۔۔۔ تم تنہا ہرگز نہیں ہو۔۔۔ تمہارے پاپا ساتھ ہوں یا نہ ہوں تب بھی نہیں۔۔۔ تمہارا یہ دماغ ہے۔۔۔ یہ زبان ہے۔۔۔ پختہ ارادے ہیں۔۔۔ بڑے خواب ہیں۔۔۔ اور سب سے بڑی بات۔۔۔ حق پر ہونے کا مضبوط احساس ہے۔۔۔ پھر تم اکیلے کیسے ہوئیں۔۔۔؟؟" کل رات ہی تو وہ یہ سب کہہ رہا تھا۔۔۔ علیشہ کو لفظ لفظ یاد تھا۔۔۔ وہ ایسے مواقعوں پر اسے دیکھ کر رہ جاتی تھی۔۔۔ کیا تھا وہ شخص۔۔۔؟ شاید کبھی نہیں سمجھنے والی تھی۔۔۔

گاڑی جھٹکے سے رکی تو وہ ہڑبڑا کر ہوش کی دنیا میں چلی آئی۔۔۔ آس پاس دیکھا۔۔۔ گھر تو نہیں آیا تھا۔۔۔ اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے سہیل کی طرف دیکھا تو وہ اسے گاڑی چیک کرنے کا کہتا باہر نکل گیا۔۔۔ مون سون کا موسم تھا۔۔۔ بادل اکثر ہی ڈیرہ ڈالے رکھتے تھے۔۔۔ آج بھی کالے سیاہ بادل تیز رفتاری سے نیلے آسمان کو اپنی اوٹ میں چھپا رہے تھے۔۔۔ جیسے اجلے آسمان کو نظر لگ جانے کا خطرہ ہو۔۔۔ یہ بادل اسے زوار لگے تھے اور آسمان اپنا آپ۔۔۔ اس خیال کے آتے ہی وہ دھیرے سے ہنس پڑی۔۔۔ کیا مصیبت تھی۔۔۔ جن باتوں سے وہ چڑتی تھی وہ عجیب ہی خیال بن کر سامنے آتی تھیں۔۔۔

میڈم۔۔۔۔

سہیل کی بھاری آواز پر اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔میڈم گاڑی میں مسئلہ ہو گیا ہے۔۔۔میں آپ کو ٹیکسی کروا دیتا ہوں۔۔۔آپ اس میں گھر چلی جائیں۔۔۔

علیشہ کے چہرے پر پریشانی چھا گئی۔۔۔اس موسم میں۔۔۔؟اکیلے ٹیکسی میں۔۔۔؟پہلے کبھی یوں تنہا سفر نہ کیا تھا۔۔۔بادل نجانے کب برس پڑتے۔۔۔گھر تک کا سفر بھی نجانے کتنا باقی تھا۔۔۔اسکی پریشانی بھانپتے ہوئے سہیل نے اسے حالات کی سنگینی کا احساس دلانے کی کوشش کی تھی۔۔۔گاڑی نجانے کب تک ٹھیک ہو۔۔۔گھر سے گاڑی اور ڈرائیور بلوائینگے تب بھی بہت دیر لگ جائیگی کہ گھر کافی دور تھا۔۔۔گہری ہوتی رات اور سنسان پڑتی سڑک پر وہ اسے گاڑی میں بٹھائے رکھنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔۔یہ رسک تو علیشہ بھی نہیں لینا چاہتی تھی۔۔۔لیکن دوسری صورت بھی تو کچھ خاص قابل قبول نہیں تھی۔۔۔کچھ پل انگلیاں چٹخانے کے بعد اس نے ٹیکسی کروانے کی حامی بھر لی۔۔۔اس کا فیصلہ سن کر مطمئن ہوتا سہیل ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑانے لگا جبکہ علیشہ گاڑی کے شیشے چڑھائے ہراساں سی ٹپاٹپ گرتی موٹی موٹی بوندوں کو دیکھنے لگی۔۔۔شام اتنی گہری نہیں ہوئی تھی لیکن اندھیرا ہر سو اپنے پر پھیلا چکا تھا۔۔۔دعائیہ انداز میں ہاتھ باندھ کر سینے سے لگائے وہ خیر و عافیت سے گھر پہنچ جانے کی دعا کر رہی تھی جب قریب رکتی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نے اسے چہرہ ہاتھوں سے چھپانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔لائٹس آف ہونے پر اس نے چہرے کے سامنے سے ہاتھ

ہٹائے تھے۔۔۔ وہ نیم اندھیرے میں اس شخص کو پہچاننے سے قاصر تھی جو اس کی گاڑی کے شیشے پر جھکا کچھ کہہ رہا تھا۔۔۔ اس کا دماغ بالکل ماؤف تھا۔۔۔ وہ آنکھیں وحشت سے پھیلائے بیٹھی تھی جب سہیل نے فرنٹ ڈور کھول کر اسے شیشہ نیچے کرنے کو کہا تھا۔۔۔ سہیل کی اچانک آمد سے وہ پہلے ڈری۔۔۔ پھر حواس قابو میں کرتے ہوئے شیشہ نیچے کر دیا۔۔۔ پانی کی تیز بوچھاڑ کے ساتھ اسے عزیز کا چہرہ بھی نظر آ گیا۔۔۔ اس کے لبوں سے بے اختیار شکر کے کلمات ادا ہوئے تھے۔۔۔ سہیل عزیز کو پہچانتا تھا اور اسے تمام حالات سے آگاہ کر چکا تھا۔۔۔ اب سہیل اسے ساتھ چلنے کی آفر کر رہا تھا۔۔۔ جبکہ وہ پھیلی خاموش آنکھوں سے ٹکر ٹکر اسے تکتی جا رہی تھی جو بارش میں بھیگتا اسے سمجھانے کے جتن کر رہا تھا۔۔۔ اسکی خاموشی سے اکتا کر سہیل نے بھی زبان کھولی تھی۔۔۔ سہیل کے بولنے پر اس نے حلق تر کر کے کچھ کہنا چاہا۔۔۔ مگر پھر بے بسی کے احساس سے اسکی آنکھیں بھر آئیں۔۔۔

نجانے خدا کو منظور کیا تھا۔۔۔؟ پہلے سالوں سامنا نہیں ہوتا تھا۔۔۔ اور اب۔۔۔ جب وہ نہیں چاہتی تھی۔۔۔ تو ہر ہر موڑ پر عزیز اس سے ٹکرا رہا تھا۔۔۔

URDUNovelians

سہیل بھائی آپ ٹیکسی دیکھیں نا پلیز۔۔۔

وہ بولی بھی تو کیا۔۔۔ عزیز اور سہیل اپنی اپنی جگہ بھونچکا رہ گئے۔۔۔

مگر میڈم جب۔۔۔۔

آپ ٹیکسی دیکھیں۔۔۔۔

علیشہ اس کا اعتراض کاٹ کر چلائی۔۔۔اسکے یوں چلانے پر عزیز اور سہیل کی آنکھوں میں حیرت سی در آئی۔۔۔ سہیل نے فوراً ہی اپنی حیرت پر کنٹرول کیا اور ایک نظر عزیز پر ڈال کر دوبارہ ٹیکسی کی تلاش میں دوڑ پڑا جبکہ عزیز لب بھینچے۔۔۔ہاتھ کمر پر ٹکائے حیران پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

علیشہ۔۔۔ تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو۔۔۔؟

عزیز کو سچ مچ یہ گمان ہوا تھا۔۔۔انداز میں تشویش تھی۔۔۔

مم۔۔۔ میں ٹھیک ہوں عزیز بھائی۔۔۔ شکریہ۔۔۔ میں چلی جاؤنگی۔۔۔

عجیب سی ضد تھی اس کے لہجے میں۔۔۔

اوہ آئی سی۔۔۔ تم یہ سب زوار کی وجہ سے کر رہی ہو۔۔۔؟ لیکن پاگل لڑکی سر پر پڑے تو گدھے کو باپ بنانے میں بھی حرج نہیں۔۔۔ تم مجھے ڈرائیور بنالو۔۔۔ پیچھے بیٹھ جانا۔۔۔ یوں سمجھنا ڈرائیور کے ساتھ جا رہی ہو۔۔۔

وہ ہلکے پھلکے انداز میں نرمی سے سمجھانے لگا۔۔۔ وہ خاندان کی عزت تھی۔۔۔ جس کی حفاظت کے لیے وہ خود کو ڈرائیور کہنے پر بھی راضی تھا۔۔۔

علیشہ نے کوئی جواب نہ دیا۔۔۔ اس کی طرف سے بالکل بہری ہو گئی۔۔۔ عزیز کو شاک لگا تھا اس کی بیگانگی پر۔۔۔ ساتھ ہی اس کے دماغ میں جھکڑ چل رہے تھے۔۔۔ اسے رہ رہ کر زوار پر غصہ آ رہا تھا۔۔۔ اسکی شکی طبیعت نے ہی علیشہ کو اس حد ڈرا دیا تھا کہ وہ اتنی مصیبت میں بھی اس کا سہارا لینے سے ہچکچا رہی تھی۔۔۔

ٹیکسی مل گئی ہے۔۔۔

اچانک سہیل نے نزدیک آکر اعلان کیا۔۔۔ وہ بیچارا ابھی پورا بھیگا بلّا بنا ہوا تھا۔۔۔ علیشہ کو اس پر ترس آیا۔۔۔ مگر ترس کھانے کے سوا اسکے بس میں کچھ نہ تھا۔۔۔

اوکے عزیز بھائی۔۔۔ شکریہ۔۔۔ مجھے ٹیکسی مل گئی ہے۔۔۔ اب آپ مطمئن ہو کر جائیں۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔

ایک ہی سانس میں کہتی وہ ٹیکسی کی طرف دوڑ پڑی۔۔۔ پیچھے سہیل اور عزیز بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔۔۔

اگلے ہی پل عزیز کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تو وہ جلدی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اپنی گاڑی علیشہ والی ٹیکسی کے پیچھے لگا چکا تھا۔۔۔ اس کا ارادہ سمجھ کر سہیل قدرے پر سکون ہوتا اب فرصت سے گاڑی کی حالت ملاحظہ کر رہا تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆

!یوا یڈیٹ۔۔۔

زوار کی دہاڑ پر سہیل نے اچھل کر فون کان سے ہٹایا تھا۔۔۔۔ وہ اس وقت ایک ہوٹل پر بیٹھا ہانپ رہا تھا۔۔۔۔ گاڑی اب بھی ہوٹل سے کچھ فاصلے پر اپنی جگہ کھڑی اس کا منہ چڑا رہی تھی۔۔۔۔

سر میں نے میڈم کو بہت سمجھانے کی کوشش کی پر۔۔۔۔ انھوں نے اپنے کزن کی نہ مانی۔۔۔۔ میری کیا خاک مانتیں۔۔۔۔؟ میں نے میڈم کو کال کر کے خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی تو پتہ چلا وہ اپنا پرس گاڑی میں ہی بھول گئی ہیں۔۔۔۔ اور موبائل پرس میں ہی تھا۔۔۔۔ پھر سر۔۔۔۔

شٹ اپ سہیل۔۔۔۔ جسٹ شٹ یور ماؤتھ۔۔۔۔ میں نے تمھیں عاشی کی ذمہ داری سونپی تھی یا گاڑی کی۔۔۔۔؟

دونوں کی۔۔۔۔

زوار کے سوال پر سہیل سوچ کے رہ گیا۔۔۔۔ پاگل تھوڑئی تھا جو منہ سے بول دیتا۔۔۔۔

تم۔۔۔۔ تم۔۔۔۔ تم سہیل۔۔۔۔ اگر تم علیشہ کے گھر آنے سے پہلے گھر پہنچے نا تو یقین رکھو تمہارا وہ حال کرونگا کہ تمہاری ماں بھی تمھیں نہیں پہچان پائیگی۔۔۔۔

اسکی گرجدار دھمکی پر سہیل نے بے اختیار حلق تر کیا تھا۔۔۔ گرما گرم چائے کے گھونٹ سے۔۔۔ گھبراہٹ کچھ کم ہوئی۔۔۔ سکون کا سانس لیا۔۔۔

گاڑی چیک کر کے نہیں جا سکتے تھے۔۔۔؟ میں۔۔۔ میں۔۔۔ اوہ گاڈ۔۔۔ تمہارا کہنا ہے عزیز نے اپنی گاڑی علیشہ کی ٹیکسی کے پیچھے روانہ کی تھی۔۔۔؟

خود کو بمشکل پر سکون کرتا وہ پوچھنے لگا۔۔۔ اندازہ ہو گیا تھا۔۔۔ یہ وقت غصہ کرنے کا نہیں تھا۔۔۔ رات کے دس بجاتی گھڑی اور علیشہ کے باہر تنہا ہونے کا خیال اس کے حواس منجمد کر رہا تھا۔۔۔

جی سر۔۔۔ وہ فوراً ان کے پیچھے نکلے تھے۔۔۔ سو میرا اندازہ یہی ہے۔۔۔

اندازہ۔۔۔؟ اپنے اندازے اپنے پاس رکھو۔۔۔ نان سینس۔۔۔

پوری قوت سے چلا کر اس نے رابطہ منقطع کیا تھا۔۔۔ اب وہ سوچ رہا تھا عزیز سے رابطہ کیسے کرے۔۔۔؟ اسکے پاس تو عزیز کا نمبر بھی نہیں تھا۔۔۔ اسی سوچ میں گم اسے گلٹ محسوس ہونے

لگا۔۔۔علیشہ اسی کی وجہ سے تو عزیز کے ساتھ جانے سے انکاری ہوئی تھی۔۔۔اگر وہ عزیز کے ساتھ چلی آتی تو کیا ہوتا۔۔۔؟ تب وہ ایک نیا فسانہ بنا دیتا۔۔۔ نیا بہتان لگا دیتا۔۔۔

ڈیم اٹ۔۔۔

خود کو بے شمار انگریزی گالیوں سے نوازتے ہوئے اس نے زرینہ بیگم کا نمبر ملایا تھا۔۔۔ تیسری بیل پر ان کی حیران پریشان سی بھاری آواز اسپیکر سے ابھری۔۔۔ وہ یقیناً گہری نیند سے جاگی تھیں۔۔۔ دوسری طرف سے زوار کی آواز سن کر وہ ٹھٹھک کر اٹھ بیٹھیں۔۔۔اور جب اس نے عزیز کا نمبر طلب کیا تب انہوں نے اچنبھے سے فون کو تکا تھا۔۔۔ان کی پریشانی فطری تھی۔۔۔زوار نے عزیز اور علیشہ کو لے کر کیسی کیسی باتیں نہ کہی تھیں۔۔۔آج علیشہ ان سے مل کر گئی تھی اور اب زوار اس سے عزیز کا نمبر مانگ رہا تھا۔۔۔ان کے بے شمار سوالات کے جواب میں زوار نے ناچار سرسری انداز میں ان پر حالات آشکار کر دیے۔۔۔ سوا دس بج رہے تھے اور علیشہ اب تک باہر تھی۔۔۔ وہ بھی اس طوفانی بارش میں۔۔۔! وہ گھبراہٹ میں بستر سے اتر گئیں۔۔۔ جلدی سے عزیز کا نمبر بتایا۔۔۔ نمبر سیو کر کے زوار نے فوراً ہی رابطہ منقطع کر دیا تھا۔۔۔ مروت نبھانے والا وہ پہلے بھی نہیں تھا۔۔۔اور ابھی تو وقت بھی نہیں تھا۔۔۔

☆☆☆☆☆

ہیلو۔۔۔؟

تیسری بیل پر عزیز کی الجھی ہوئی سی آواز سنائی دی۔۔۔اطراف سے اٹھتا شور بھی واضح سنائی دے رہا تھا۔۔۔

ہیلو۔۔۔ہاں عزیز۔۔۔علیشہ تمہارے ساتھ ہے نا۔۔۔؟مطلب تم اسکی ٹیکسی کے پیچھے نکلے تھے نا۔۔۔؟تو وہ اب تمہارے آس پاس ہی ہے نا۔۔۔؟اس سے کہو وہ تمہاری گاڑی میں بیٹھ جائے۔۔۔میرا نام لے کے کہنا پھر وہ بیٹھ جائیگی۔۔۔

گھبراہٹ میں روانی سے بولتا وہ آخری لائن ادا کرتا خفت کا شکار ہوا تھا۔۔۔

کون۔۔۔؟زوار۔۔۔؟

عزیز کے لیے بھی زوار کا نمبر اجنبی تھا۔۔۔پھر رابطہ ہوتے ہی اس نے تابڑ توڑ سوال شروع کر دیے تھے۔۔۔اپنے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔۔۔

ہاں ہاں میں۔۔۔۔اور کون ہو سکتا ہے عاشی کے لیے اس طرح پریشان۔۔۔؟

شدید پریشانی میں بھی وہ علیشہ کی زندگی میں اپنی اور اپنی زندگی میں علیشہ کی اہمیت جتانا نہیں بھولا تھا۔۔۔۔بے اختیار عزیز نے پیشانی مسلی تھی۔۔۔"اس شخص کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔" وہ سوچ کے رہ گیا تھا۔۔۔

ہر احساس رکھنے والا پریشان ہو سکتا ہے زوار صاحب۔۔۔انسانیت اور دیگر رشتے ناطے بھی کوئی چیز ہوتے ہیں۔۔۔ضروری نہیں اگر کوئی مرد کسی عورت کے لیے پریشان ہے تو اس کے پیچھے ایک ہی وجہ ہو۔۔۔بائے دی وے۔۔۔میں کافی دیر تک ٹیکسی کا پیچھا کرتا رہا تھا لیکن اس روڈ پر ٹریفک شدید جام ہے۔۔۔کراچی کی ٹریفک کا آپ کو اندازہ تو ہو گیا ہو گا۔۔۔؟اب اس اندھیرے اور ٹریفک میں علیشہ والی ٹیکسی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔۔۔میں دیکھ کر آیا ہوں آس پاس لیکن نظر نہیں آ رہی۔۔۔

عزیز کے لہجے میں محسوس کن پریشانی تھی۔۔۔زوار کا دل رک سا گیا۔۔۔

تم ٹھیک سے دیکھو نا۔۔۔ ہو گی کہیں آس پاس۔۔۔ گم تھوڑئی ہو سکتی ہے۔۔۔

عجیب بے بسی تھی۔۔۔ زوار کی آنکھ میں نمی سی چمکنے لگی۔۔۔ وہ جس شخص کے سائے سے بھی علیشہ کو دور رکھنا چاہتا تھا اب اسی سے اسے ڈھونڈنے کی درخواست کر رہا تھا۔۔۔

آں۔۔۔ اچھا تم مجھے بتاؤ۔۔۔ بتاؤ کونسے روڈ پر ہو۔۔۔؟ میں آرہا ہوں۔۔۔ خود ڈھونڈ لوں گا اپنی عاشی کو۔۔۔ تم نواب زادے بن کر اپنی گاڑی میں بیٹھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک منٹ۔۔۔ ایک منٹ زوار۔۔۔ تم یہاں کیسے۔۔۔؟ یہاں کے حالات بہت خراب ہیں۔۔۔ نجانے کہاں سے کہاں تک ٹریفک جام ہے۔۔۔

عزیز اسکی بات سن کر ٹھٹھکا۔۔۔

چین سے جاپان تک بھی اگر ٹریفک جام ہے تب بھی میں آرہا ہوں۔۔۔ کیسے بھی۔۔۔ تمہیں کیا۔۔۔! تم بتاؤ ہو کہاں۔۔۔؟

☆☆☆☆☆

اپنے ساتھ زوار دو ملازم بھی لیئے آیا تھا۔۔۔ اس دوران اس کا عزیز سے بھی رابطہ رہا تھا۔۔۔ شبیر اور خرم کو علیشہ کو ڈھونڈنے کا حکم دیتا۔۔۔ کچھوے کی رفتار سے سرکتے ٹریفک میں وہ خود بھی ٹیکسیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر نظر اندر ڈال رہا تھا۔۔۔ ساتھ ساتھ عاشی کی پکار کی گردان بھی جاری تھی۔۔۔ اس وقت اس پر کسی دیوانے کا گمان ہو رہا تھا۔۔۔ دیوانہ تو تھا وہ علیشہ کا۔۔۔ بہت محبت کرتا تھا۔۔۔ مگر اسے محبت نبھانے کا سلیقہ نہیں آتا تھا۔۔۔ بس سارا مسئلہ یہی تھا۔۔۔

جتنی دیر میں اس کے ملازم ایک ٹیکسی ڈھونڈ کر اندر نظر ڈالتے تھے۔۔۔ اتنی دیر میں زوار چار پانچ ٹیکسیاں کنگھال لیتا تھا۔۔۔ وہ دونوں ملازم بصد مجبوری یہ کام سر انجام دے رہے تھے جبکہ زوار اپنے فرض۔۔۔ جنون۔۔۔ اور محبت کے ہاتھوں مجبور تھا۔۔۔ ٹریفک میں پھنسے لوگ حلق پھاڑ کر اسے گالیاں دے رہے تھے جو پہلے سے جام ٹریفک میں اور رکاوٹ پیدا ہونے کا سبب بن رہا تھا۔۔۔ مگر زوار بے پرواہ تھا۔۔۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ حلق پھاڑنے والوں کا سر پھاڑ دیتا۔۔۔ لیکن اس وقت اسکا اپنا دل پھٹا جا رہا تھا۔۔۔ رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے اور علیشہ کی کوئی خیر خبر نہ تھا۔۔۔ اس کے بوٹ اور پینٹ کے پائنچے کیچڑ میں لت پت ہو چکے تھے۔۔۔ قیمتی تھری پیس سوٹ مکمل طور بھیگ چکا تھا۔۔۔ اور سب سے اہم چیز۔۔۔ اس کی آنکھیں تھیں جو نم تھیں۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ ضبط کھو کر اپنی بے بسی پر حلق پھاڑ کر چیخ پڑتا۔۔۔ اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی تھی۔۔۔ اس لگا یہ صرف اس کا گمان ہے پھر بھی اس نے چہرہ گھما کر ہر طرف بغور نظریں دوڑائی تھیں۔۔۔ جلد ہی اس کی

نظروں کو قرار نصیب ہوا تھا۔۔۔اور وہ قرار بڑی روانی سے۔۔۔بڑی نرمی سے۔۔۔اسکی نظروں کے سہارے اس کے دل تک جا پہنچا تھا۔۔۔شور شرابہ بارش چیخ پکار ہر چیز گم تھی۔۔۔بس وہ تھا اور علیشہ تھی۔۔۔اور درمیان کا نہ ختم ہوتا فاصلہ تھا۔۔۔

زوار ایک ٹرانس کی کیفیت میں چلتا اس کے قریب بڑھ رہا تھا جو حواس باختہ سی پھولی سانسوں کے ساتھ اپنا بچ بچاؤ کراتی اسکی اور بڑھ رہی تھی۔۔۔چلتے چلتے اس کا گھٹنا کس چیز سے ٹکراتا۔۔۔گھڑی کس چیز سے اٹکتی زوار کو کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔۔۔ہوش میں وہ تب آیا تھا جب علیشہ کسی سہمے ہوئے بچے کی طرح اسکے سینے سے آلگی تھی۔۔۔قدرے چونک کر وہ اس خواب کی سی کیفیت سے باہر آیا تھا۔۔۔جلدی سے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا مضبوط حصار باندھ کر اس نے اچھی طرح اسکی اپنے نزدیک موجودگی کو محسوس کیا تھا۔۔۔دھڑکنیں جیسے بڑے عرصے بعد معمول کی رفتار سے دھڑکی تھیں۔۔۔رکی رکی سانس اب جا کر بحال ہوئی تھی۔۔۔

او مجنوں رانجھے کی اولادوں۔۔۔یہ بے غیرتی کہیں اور جا کر کرو بے غیرتوں۔۔۔

نجانے کون اچانک چیخا تھا۔۔۔

زوار نے پلٹ کر کوئی دھما کے دار ساجوابی وار کرنا چاہا تھا لیکن علیشہ نے اس کی شرٹ دبوچ کر اسے کسی بھی جوابی وار سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔۔۔اسکی حالت کا احساس کرتا زوار خون کا گھونٹ بھر کے رہ گیا۔۔۔ایک تیز نظر اپنے اطراف میں دوڑا کر وہ اسے اپنی کوٹ پہناتا اپنے ساتھ لگائے اپنی گاڑی کی طرف بڑھنے لگا جو ٹریفک کے اینڈ میں ایک طرف کو کھڑی تھی۔۔۔کتنا شور تھا۔۔۔کتنی گاڑیاں تھیں۔۔۔کتنا اندھیرا تھا۔۔۔اور کچھ دیر پہلے وہ کتنی ڈری ہوئی تھی۔۔۔لیکن زوار کے پناہوں میں آکر وہ اپنے سارے ڈر اور خوف فراموش کر چکی تھی۔۔۔زوار اسے خود سے لگائے اس طرح احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا کہ علیشہ کسی فرد یا شے سے ذرا سی بھی نہیں ٹکرائی تھی۔۔۔وہ مکمل طور پر اس کے حصار میں تھی۔۔۔اس پل علیشہ نے فیصلہ کر لیا تھا۔۔۔زوار اس پر بے شک کیسے بھی بہتان لگائے۔۔۔وہ زوار سے اب ناراض نہیں ہو گی۔۔۔کوئی احتیاج نہیں کریگی۔۔۔کبھی نہیں روٹھے گی۔۔۔یہ شخص اسکے لیے بے حد ضروری تھا۔۔۔وہ خود بھی اس شخص کے لیے بہت ضروری تھی۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔آج اسے دیوانہ وار اپنے لیئے آندھی طوفان میں ٹریفک کی چھان مارتے دیکھ کر وہ جان گئی تھی۔۔۔اس احساس کو دل کی گہرائیوں سے محسوس کر کے اس کے لب آسودگی سے مسکرائے تھے۔۔۔زوار کی زندگی میں اس نے اپنی اہمیت کا اندازہ لگا لیا تھا۔۔۔اس جھلی کے لیے یہی کافی تھا۔۔۔

گاڑی کے نزدیک پہنچ کر زوار نے جلدی سے اس کے لیے بیک ڈور کھولا اور اسے بٹھا کر خود بھی اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔۔۔راستے میں وہ بشیر اور خرم کو کال کر کے گاڑی میں بلوا چکا تھا اور اب عزیز کو علیشہ کے مل جانے کی خبر دے کر مطمئن ہو جانے کو کہہ رہا تھا۔۔۔اس کے کشادہ سینے میں چہرہ چھپائے بیٹھی

علیشہ چونکی تھی۔۔۔۔زوار عزیز سے مخاطب تھا۔۔۔؟ وہ بھی اتنے سادہ لہجے میں۔۔۔؟ نہ صرف مخاطب تھا بلکہ ٹریفک جام سے نکل کر اسے بھی اپنے گھر پہنچنے کی تلقین کر رہا تھا۔۔۔! وہ حیران ضرور ہوئی تھی لیکن اس وقت اس نے اس بارے میں زیادہ سوچ بچار کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔۔۔ وہ اس وقت صرف اپنے اور زوار کے متعلق سوچنا چاہتی تھی۔۔۔اس کی اپنے لیے بے شمار محبت اور پرواہ محسوس کرنا چاہتی تھی۔۔۔

زوار کے بازو کے مضبوط ہالے میں سمٹی وہ سوئی جاگی سی کیفیت میں گزشتہ لمحوں کو سوچتی رہی۔۔۔ مسکراتی رہی۔۔۔اور زوار اسے خود سے لگائے اس کا سر تھپکتا رہا۔۔۔ سر دپڑتے ہاتھ سہلاتا رہا۔۔۔ کبھی اسے ہلکے سے ہلا کر اس کی خیریت دریافت کر لیا کرتا تھا۔۔۔ تقریباً پونے چار بجے وہ لوگ گھر پہنچے تھے۔۔۔۔

☆☆☆☆☆

گھر پہنچ کر وہ نفیسہ بیگم۔۔۔۔دادی۔۔۔۔زرینہ بیگم۔۔۔۔اور سہیل کی ماں اور بیوی کو فون وغیرہ پر سب کی خیریت کے حوالے سے آگاہ کرنے میں مصروف ہو گیا جبکہ علیشہ نے لمبا سا ہاتھ لیا تھا۔۔۔ پھر وہ ہاتھ لے کر نکلی تو زوار نے باتھ روم کا رخ کر لیا۔۔۔اور جب وہ گرے باتھ گاؤن میں ملبوس باہر آیا تب علیشہ اسکی ہدایت پر لایا گیا کھانا بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔۔۔اسے سچ مچ شدید بھوک

لگی تھی۔۔۔ زوار کو دیکھ کر وہ پل بھر کو تھمی اور پیارا سا مسکرائی۔۔۔ زوار بھی جواباً سنجیدہ سی مسکراہٹ اچھالتا اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔۔۔ ڈنر آج اس نے بھی نہیں کیا تھا۔۔۔ لیکن اب بھی اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔۔ دل ہر چیز سے اچاٹ ہو رہا تھا۔۔۔

وہ اسکے سامنے بیٹھا تھا مگر اسکی طرف پشت کیے۔۔۔ علیشہ کو الجھن سی ہوئی۔۔۔ وہ تو اس سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔ مگر وہ کچھ پوچھ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔ اس نے خود ہی بتانے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔

میں عزیز بھائی کے ساتھ ان کی گاڑی میں نہیں بیٹھی تھی۔۔۔

سب سے پہلے اس نے وضاحت دینی ضروری سمجھی تھی۔۔۔

ویسے تو سب ٹھیک تھا لیکن ٹریفک میں جب ٹیکسی پھنسی تب ایک لال لال آنکھوں والا خوفناک سا آدمی بھی ٹیکسی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے لگا۔۔۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اسے روکا بھی نہیں۔۔۔ میری چھٹی حس نے کہا کچھ تو گڑبڑ ہے۔۔۔ میں بڑی گھبرا گئی تھی زوار۔۔۔ میں نے ٹیکسی سے اترنا چاہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے مجھ پر گن تان لی۔۔۔ وہ اصلی گن تھی زوار۔۔۔ اور وہ لوگ لٹیرے تھے۔۔۔ میرا پرس تو میرے پاس تھا نہیں۔۔۔ وہ ہماری گاڑی میں ہی رہ گیا تھا۔۔۔ انہوں نے مجھ سے میری ساری جیولری چھین لی اور کہا چپ چاپ گاڑی سے اتر جاؤں۔۔۔ پلٹ کر دیکھا تو وہ مجھے شوٹ

کر دینگے۔۔۔ میں نے بھی پھر پلٹ کر نہیں دیکھا۔۔۔ میں چلتی رہی چلتی رہی چلتی رہی۔۔۔ اتنا شور تھا۔۔۔ اتنا اندھیرا۔۔۔ گھٹنوں تک پانی بھرا تھا۔۔۔ مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔۔ میرا دماغ بالکل بھی کام نہیں کر رہا تھا۔۔۔ مجھے تو لگنے لگا تھا میں ساری زندگی بس اسی ٹریفک میں پھنسی رہونگی۔۔۔ چلتی رہونگی۔۔۔ روتی رہونگی۔۔۔ لیکن پھر مجھے اپنے نام کی پکار سنائی تھی۔۔۔ اور جلد ہی آپ بھی نظر آ گئے۔۔۔ حیرت ہے نازوار۔۔۔ گھبراہٹ اور اندھیرے میں مجھے اپنا ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔۔۔ پر آپ کو دیکھتے ساتھ ہی پہچان گئی۔۔۔ پھر میں نے پرانے زمانے کی ہیروئین کی طرح آپ کے نام کی صدا لگائی۔۔۔ اور پھر۔۔۔ اور پھر ہم نئے دور کے ہیرو ہیروئین کی طرح ساری دنیا کو جہنم میں جھونکے سرِ عام گلے لگ گئے۔۔۔ اور یوں ایک ہارر فلم کی ہیپی اینڈنگ ہو گئی۔۔۔ بھئی میرے لیے تو یہ ہارر فلم ہی تھی۔۔۔

نجانے کتنے لمبے عرصے بعد وہ اپنے پہلے سے شوخ وشنگ انداز میں نان اسٹاپ بولے چلی جا رہی تھی۔۔۔ اپنا پرانا انداز عرصے بعد اپنا کر علیشہ کو اپنا آپ نیا نیا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ یہ اسکی زندگی میں رونما ہونے والا اپنی طرز کا پہلا واقعہ تھا۔۔۔ وہ اسے ہر ہر زاویے سے زوار کے گوش گزار کر کے اب تھکی ہاری پریشان سی اس کی پشت تک رہی تھی۔۔۔ اتنی دیر سے وہ بولے جا رہی تھی لیکن اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔۔۔ کہیں وہ بیٹھے بیٹھے سو تو نہیں گیا تھا۔۔۔؟

اسی خدشے کے تحت علیشہ نے کھانے کے برتن سائڈ ٹیبل پر دھر دیے اور آگے کو ہو کر اس کا چہرہ تکنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔ پورا چہرہ تو نہیں لیکن زوار کی آنکھ سے گرتے اس شفاف موتی کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ دنگ سی رہ گئی تھی۔۔۔۔ سانس سینے میں اٹک سی گئی تھی۔۔۔۔

زوار آپ رو رہے ہیں۔۔۔؟

وہ ششدر سی اسے تک رہی تھی۔۔۔۔ آواز سرگوشیانہ تھی۔۔۔۔ زوار نے تیزی سے آنسوؤں کی وہ لڑی ہاتھ کی پشت سے صاف کی تھی۔۔۔۔ چہرہ سپاٹ کر کے گردن توڑ کر اسے دیکھتے ہوئے کوئی عذر تراشنا چاہا مگر علیشہ کی بے یقینی اور امید سے چمکتی آنکھیں دیکھ کر اس نے آج اپنی انا کو مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔۔۔ آنکھوں کو کھلی چھوٹ دی اور وہ کھل کر برس پڑیں۔۔۔۔ علیشہ کو اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوئے۔۔۔۔ اس کا وہ ایک آنسو ہی بہت تھا اس کی اہمیت کا اظہار کرنے کے لیے۔۔۔۔ وہ ساری زندگی اس ایک آنسو کی خوشی میں خوش رہتی۔۔۔ مگر اس مغرور شخص کو یوں روتے دیکھنے کی خواہش تو کبھی نہیں کی تھی اس نے۔۔۔۔ بہت اذیت ناک تھا اس بھرپور مرد کو یوں روتے دیکھنا۔۔۔۔ اسے اپنے ہاتھ پیر من من بھر کے محسوس ہوئے۔۔۔۔ بمشکل اس کا لرزتا ہوا ہاتھ اٹھا اور زوار کے چہرے کے گرد نرمی سے لپٹ گیا۔۔۔۔ اس کا لمس پا کر زوار بے قابو ہوا تھا۔۔۔۔ اسے خود میں اس شدت سے بھینچا کہ علیشہ کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی مگر اس نے کوئی صدائے احتجاج بلند نہ

کیا۔۔۔اس جان سے پیارے شخص کی باہنوں میں اسکی جان جاتی تھی تو اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی تھی۔۔۔؟

عاشی۔۔۔ تم نے مجھ سے ایک بار پوچھا تھا نا۔۔۔ اگر تم۔۔۔ اگر تم۔۔۔ تم مجھے چھوڑ گئیں (وہ اسکے لیے "مر" لفظ ادا نہ کر پایا۔۔۔) تو میں کیا کرونگا۔۔۔؟ عاشی میں بھی مر جاؤنگا۔۔۔ آئی سویئر عاشی میں بھی مر جاؤں گا۔۔۔ تمہارے بغیر جی کر کیا کرونگا میں ہاں۔۔۔؟

اپنا چہرہ جھکائے۔۔۔ اس کا چہرہ ٹھوڑی سی پکڑ کر اٹھائے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔۔۔ علیشہ کچھ نہ بول سکی۔۔۔ گم صم سی اسے دیکھتی چلی گئی۔۔۔

میں کچھ نہیں کر پاؤں گا تمہارے بغیر۔۔۔ یہ دنیا میرے کسی کام کی نہیں رہے گی نہ میں دنیا کے کام کا رہونگا۔۔۔ ایسے میں مجھے بھی مر جانا چاہئے نا۔۔۔؟ تم۔۔۔ تم۔۔۔ مجھے چند دنوں میں اتنی اپنی اپنی لگنے لگی تھیں علیشہ۔۔۔ وہاں لندن کے اس گھر میں تو تم کبھی آئی ہی نہیں پھر بھی مجھے اپنے کمرے میں تمہاری کمی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔۔۔ میرا دل چاہتا تھا اڑ کر آؤں تمہارے پاس۔۔۔ تمہیں اپنے پاس بلا لوں۔۔۔ ہزاروں مجبوریاں تھیں علیشہ۔۔۔ جب تم مجھے زندگی کی سب سے بڑی خوشی دینے والی تھیں۔۔۔ میں اس وقت پل پل تمہارے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔۔۔ تمہارے نخرے اٹھانا چاہتا تھا۔۔۔ تمہارے موڈ سوینگز انجوائے کرنا چاہتا تھا۔۔۔ تمہارا روپ بدلتے دیکھنا چاہتا

تھا۔۔۔ میں یہاں ہوتا علیشہ تو نجانے کیا کیا کر ڈالتا۔۔۔ لیکن قدرت کو مجھے کچھ سزا تو دینی تھی۔۔۔ مجھ سے واضح اعتراف کروانا تھا۔۔۔ اپنی غلطیوں کا احساس دلانا تھا۔۔۔ ویسے شاید میں کبھی یہ سب نہ کہہ پاتا۔۔۔ تمہیں کھونے کے خوف نے میری ساری خودسری ہوا کر دی ہے عاشی۔۔۔ جو گزر گیا اسے بھول جاؤ عاشی۔۔۔ مجھے ایک موقعہ دو۔۔۔ مجھے معاف کر دو۔۔۔ I am sorry ashi.... And I love you so much....

وہ جیسے اس وقت اپنے آپ میں نہیں تھا۔۔۔ بے خودی کے عالم میں بولے چلا جا رہا تھا۔۔۔ اور علیشہ دم سادھے اسے سن رہی تھی۔۔۔ جو کچھ آج اس نے سہا تھا وہ بڑا اذیت ناک تھا لیکن اس اذیت کے بدلے اسے زندگی کی کتنی بڑی خوشی بھی تو ملی تھی۔۔۔ آج اسے یقین آ گیا تھا۔۔۔ جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔۔۔ وہ انا کا متوالا آج اس کے سامنے واضح الفاظ میں اپنا دل کھول کے رکھ چکا تھا۔۔۔ اور وہ اچانک یہ سب سنتی بوکھلا سی گئی تھی۔۔۔ کیا کہے کیا نہ کہے کی سوچ میں گپ چپ بیٹھی تھی۔۔۔

جب ہماری شادی کے دن نزدیک آنے لگے تھے عاشی۔۔۔ تو میرے جذبات تمہارے لیے بالکل ویسے ہی ہو گئے تھے جیسے کسی بھی شخص کے ہوتے ہونگے۔۔۔ میں نے تمہیں دن رات سوچا تھا عاشی۔۔۔ تمہارا نام میرے نام کے ساتھ لیا جانے لگا تو مجھے لگا یہ تو ہمیشہ سے ہونا تھا۔۔۔ ایسا کیوں تھا عاشی۔۔۔ میں نہیں سمجھ پایا۔۔۔ بس میرا خود پر کوئی اختیار نہیں رہا تھا۔۔۔ تمہارے معاملے

میں بے بس ہو چکا تھا میں۔۔۔ میں تمہیں سوچنا اپنا حق سمجھنے لگا تھا۔۔۔ اور۔۔۔ اور عزیز کو دیکھ کر مجھے یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید اس نے بھی تمہارے بارے میں کچھ سوچ رکھا ہو۔۔۔ کوئی تصورات سجائے ہوں۔۔۔ جیسے میں نے۔۔۔ مجھے یہ بات جلاتی تھی عاشی۔۔۔ میں نہیں چاہتا تھا کوئی تمہیں میری نظر سے دیکھے۔۔۔ تمہیں سوچے۔۔۔ میں تمہیں اسکی نظر سے دور رکھنا چاہتا تھا بس۔۔۔ میں تم پر شک نہیں کرتا تھا عاشی۔۔۔ لیکن جلن میں میں الٹی سیدھی بکواس کر دیا کرتا تھا۔۔۔ میں اپنے آپ میں نہیں رہتا تھا۔۔۔ کیسے کہتا۔۔۔؟ کیسے اعتراف کرتا کہ میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔۔۔؟ اپنی انا کا کچل کر یہ اعتراف کرنا میرے لیے بڑا مشکل تھا عاشی۔۔۔ میں نے بہت بار کوشش کی پر ناکام ٹھہرا۔۔۔ میں۔۔۔ میں عزیز کو اپنی نظر کے آئینے میں دیکھنے لگا تھا۔۔۔ غلط کرتا تھا۔۔۔ بہت غلط۔۔۔! اپنی پراگندہ سوچوں کی وجہ سے میں نے ہمارے رشتے کو بھی مشکل میں ڈال دیا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر اب میں تھک گیا ہوں۔۔۔ مجھے اعتراف کرنے دو۔۔۔ رونے دو۔۔۔ بولنے دو۔۔۔ کیونکہ شاید کبھی دوبارہ یہ سب نہ کہہ پاؤں۔۔۔ تم آج سن لو۔۔۔ جان لو۔۔۔ میں تم سے بہت۔۔۔ بہت۔۔۔ بہت محبت کرتا ہوں۔۔۔ ہاں۔۔۔ محبت کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔۔۔ وہ تم سکھا دینا۔۔۔ میں سیکھ لوں گا۔۔۔ پھر نبھا بھی لوں گا۔۔۔ بس دوبارہ کبھی مجھ سے ناراض مت ہونا۔۔۔ میں کوشش کرونگا۔۔۔ موقعہ بھی نہیں دوں گا۔۔۔

اس کے سر پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے وہ جیسے تھک چکا تھا۔۔۔ سخت عاجز آ چکا تھا۔۔۔ انا کے خول میں قید رہ کر۔۔۔ کیا فائدہ ایسی انا کا جو محبت کے آشیانے کو تباہ کر دے۔۔۔ جو محبوب کی آنکھ میں آنسو بھر دے۔۔۔ جو اسے آپ ہی اکیلا کر دے۔۔۔

ایک اور سبق جو اسے ملا تھا وہ یہ تھا کہ۔۔۔ علیزہ کی طرح اسے اپنی علیشہ بھی مضبوط چاہیئے تھی۔۔۔ بہادر نڈر۔۔۔ ہر طرح کے حالات کا بخوبی سامنا کر لینے والی۔۔۔ وہ آج تھا۔۔۔ اگر کل کو نہ ہوا تو علیشہ کیا کریگی۔۔۔؟ کیا روتی دھوتی رہے گی۔۔۔؟ نہیں ہر گز نہیں۔۔۔ اسے اتنا مضبوط بننا تھا کہ ایسی ہزاروں طوفان خیز بارشیں بھی آ جائیں تو اسے ڈٹ کر مقابلہ کرنا تھا۔۔۔ نہ کہ سہم کر کسی جائے پناہ کی تلاش میں بھٹکنا تھا۔۔۔ اسکے نم بالوں کی مہک سانسوں میں اتارتے ہوئے وہ دل ہی دل میں خود سے بہت سے وعدے لے چکا تھا۔۔۔ اور علیشہ کو بہت سامان دے چکا تھا۔۔۔ اس کے سینے پہ سر رکھے علیشہ نے نم ہوتی آنکھوں سے گلاس ونڈو سے گہرے نیلے آسمان کو سیاہ بادلوں کی اوٹ سے جھانکتے دیکھا تھا۔۔۔ بادل بڑی تیزی آگے بڑھ رہے تھے۔۔۔ رفتہ رفتہ آسمان پر نیلاہٹ پھیلتی جا رہی تھی۔۔۔ سیاہی چھٹتی جا رہی تھی۔۔۔ یہ گویا اعلان تھا کہ آنے والی صبح بڑی روشن تھی۔۔۔!

☆☆☆☆☆

ختم شد

URDUNovelians